47۔ گیت اور خون

ابن صفی

گھرے مٹیالے بادل ٹوٹ کر برسے تھے۔۔۔۔ اور دو گھنٹے گزر جانے کے باوجود بھی یکساں رفتار سے برسے جا رہے تھے۔۔۔۔ ڈاک بنگلے سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر سڑک کا جو حصہ نشیب میں تھا پانی میں ڈوب چکا تھا۔۔۔۔۔ اگر ڈاک بنگلے کا چوکیدار ایک لمبے سے بانس کے سرے پر سرخ رنگ کا کپڑا باندھ کر سڑک کے کنارے کھڑا نہ ہو گیا ہوتا تو فریدہ اپنی گاڑی سمیت غرق ہو گئی ہوتی۔۔۔۔

حالانکہ وہ پہلے بھی کئی بار اس راستے سے گزر چکی تھی لیکن تفریحی سفر کے دوران میں کسے دھیان رہتا ہے کہ سڑک کی پوزیشن کہاں کیسی ہے۔۔۔۔ اور پھر وہ تو ایک بوکھلا دینے والے جذبے کے تحت ماری ماری آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔۔۔۔ ورنہ اسے تو اسی وقت کہیں رک جانا چاہئے تھا جب پہلی بار بڑی بڑی بوندیں آئی تھیں اور خود اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ بارش زور کی ہو گی اور شاید دیر تک بھی ہو۔۔۔۔

ڈاک بنگلے کے چوکیدار نے گاڑی رکوائی تھی اور قریب آ کر بولا تھا۔ "بیگم صاحب آگے خطرہ ہے ۔۔۔۔۔"

اور پھر اسی نے سڑک کے اس حصہ کے متعلق بتایا تھا جہاں اس وقت ہاتھی بھی ڈوب سکتا تھا۔

"اگر بارش رک بھی جائے بیگم صاحب"۔ اس نے کہا۔ "تو صبح تک پانی ہٹ نہیں سکے گا۔۔۔۔۔

اگلی کسٹم پوسٹ سے پچھلی پوسٹ پر فون کر دیا گیا ہوگا کہ گاڑیاں وہیں روک لی جائیں۔۔۔۔۔۔"

"پھر اب کیا ہوگا"؟۔ فریدہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اب یہ رات آپ کو ڈاک بنگلے ہی میں بسر کرنی پڑے گی۔ کئی اور لوگ بھی ہیں"۔

"عورتیں بھی ہیں۔۔۔۔۔"؟ اس نے بیساختہ پوچھا تھا۔

"جی بیگم صاحب۔ ایک خاتون بھی ہیں"۔

اس نے طویل سانس لے کر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا تھا اور گاڑی ڈاک بنگلے کے پھاٹک کی طرف مڑ گئی تھی۔۔۔۔۔

لیکن کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہی ذہن کو جھٹکا سا لگا۔۔۔۔۔ وہ کار تو کمپاؤنڈ ہی میں موجود تھی جس کا تعاقب کرتی ہوئی وہ اس طرف نکل آئی تھی۔ اس کے علاوہ دو گاڑیاں اور بھی تھیں۔۔۔۔

فریدہ نہیں چاہتی تھی کہ ان لوگوں کا سامنا ہو۔۔۔۔۔۔ لیکن اب مجبوری تھی۔ پھر اس نے سوچا واپسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔۔۔۔ لیکن پھر خیال آیا جس طرح اسے اس جگہ کی سچویشن کا اندازہ نہیں تھا ۔۔۔۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ واپسی میں کہیں پھنس جانا پڑے۔۔۔۔۔

اس نے ان تینوں گاڑیوں کے قریب ہی اپنی گاڑی بھی روک دی۔

شیورلٹ کا تعاقب کرتی ہوئی وہ یہاں آئی تھی۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ یہاں ایک سیڈان اور ایک فیاٹ کی ٹوسیٹر بھی تھی۔۔۔۔۔۔

بارش کے زور میں کمی نہیں آئی تھی۔۔۔۔ اس نے سوچا کہ عمارت کے برآمدے تک پہنچتے پہنچتے وہ

بالکل ہی بھیگ جائے گی اور فی الحال کپڑے وہی تھے، جو تن پر تھے۔۔۔۔۔۔ظاہر ہے وہ سفر کے ارادے سے تو گھر سے نہیں نکلی تھی۔۔۔۔۔

تو پھر کیا وہ یہیں گاڑی پر بیٹھی رہے۔۔۔۔؟ مضحکہ خیز خیال تھا۔۔۔پھر کیا کرنا چاہیے ۔۔۔۔۔؟ وہ الجھن میں پڑ گئی۔۔۔

ان پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی کہ ان کا تعاقب کرتی رہی تھی۔۔۔

03

"میرے خدا۔۔۔۔" وہ اپنی پیشانی مسلتی ہوئی بڑبڑائی۔ " کیا میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔۔۔۔"؟

اور شاید وہ پاگل پن ہی تھا۔ اس نے ان دونوں کو اس سڑک سے گزرتے دیکھا اور ان کے پیچھے لگ گئی ۔ پھر اس کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی لمبے سفر کے لیے نکلے ہیں۔ ادھ کھلے ڈکے سے ہولڈال جھانک رہے تھے۔۔۔۔

پھر اس نے بھی ایک پیٹرول پمپ پر اپنی گاڑی کی ٹنکی بھروائی تھی اور ڈکی میں رکھے ہوئے تین ڈبوں میں بھی زائد پیٹرول لیا تھا۔۔۔۔

اتنی دیر میں گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

اس نے سوچا کہ وہ ہالی ڈے کیمپ ہی کی طرف گئے ہوں گے۔۔۔اور پھر اس نے ایک ہوٹل سے ایک لنچ بکس خریدا تھا۔۔۔اور اسی سڑک پر چل پڑی تھی۔

لیکن وہ لوگ پتہ نہیں کس رفتار سے چلے تھے کہ ڈاک بنگلے تک پہنچنے سے قبل ان کی گاڑی کی جھلک بھی نہ دکھائی دی تھی۔۔۔۔۔۔

پھر راستے میں بارش بھی شروع ہو گئی۔ بارش شروع ہو جانے کے بعد اگر وہ چاہتی تو گھر واپس جا سکتی تھی لیکن اس پر تو جیسے اس تعاقب کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔

ہوش تو اس وقت آیا تھا جب یہاں ڈاک بنگلے کے قریب اس کی گاڑی رکوائی گئی تھی۔

پھر جب وہ گاڑی بھی ڈاک بنگلے کے کمپاونڈ میں دکھائی دی جس کا تعاقب کرتی ہوئی ادھر آئی تھی تو اس کی عقل جواب دے گئی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔۔۔۔۔۔؟

پھر اس نے کچھ سمجھے بغیر گاڑی کا انجن دوبارہ اسٹارٹ کیا اور اسے دوسری گاڑیوں کے پاس سے ہٹا کر عمارت کے داہنے بازو کی طرف لائی اس جانب ایک بڑا سا نیم کا درخت تھا۔۔۔۔ اور سامنے ٹین کا ایک سائبان نظر آ رہا تھا۔ جس کا اصل عمارت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

وہ موجودہ الجھن سے پیچھا چھڑانے کے لیے سوچنے لگی کہ آخر اس سائبان کا کیا مصرف ہوگا۔

اس نے سوچا کیوں نہ اپنی گاڑی سائبان ہی میں کھڑی کر دے کیونکہ وہ بالکل خالی پڑا تھا۔

04

ایکسیلریٹر پر دباو پڑا اور گاڑی سائبان کے نیچے رینگ گئی۔۔۔۔ انجن بند کر کے اگنیشن سے کنجی نکال لی لیکن اسے مٹھی میں دبائے بیٹھی رہی۔

یہاں سائبان کے نیچے بڑی گھٹن تھی۔۔۔۔۔

حماقتوں پر حماقتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ اس نے سوچا۔ آخر یہاں آ مرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔

اب یا تو یہاں گھٹتی رہو یا کپڑے بھگو کر عمارت تک پہنچو۔

عمارت کے اس بازو میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر ایک پیر باہر نکالا ہی تھا کہ کسی گاڑی کی آواز قریب ہی سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہی ٹوسیٹر سائبان کی طرف آتی دکھائی دی۔۔۔۔ دائیں جانب اتنی جگہ تھی کہ ٹوسیٹر پارک کی جا سکتی۔ فریدہ نے اپنا پیر اندر کھینچ کر دروازہ بند کر لیا۔

ٹوسیٹر اس کی جانب آ کر رکی تھی۔ اس نے ڈرائیور پر اچٹتی سی نظر ڈالی جو زرد قمیض اور نیلی پتلون میں ملبوس تھا۔۔۔۔

اس نے انجن بند کیا۔۔۔۔ لیکن گاڑی سے نیچے نہیں اترا۔ دھندلی روشنی میں اس کے خدوخال واضح

طور پر نظر نہیں آ رہے تھے۔ ویسے فریدہ محسوس کرتی رہی تھی کہ اس کی توجہ اس کی طرف نہیں بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے وہاں کسی دوسرے کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

فریدہ بھی چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھی چہرے پر رومال جھلتی رہی۔ جسم پر پسینے کی بوندیں رینگ رہی تھیں۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اس آدمی کو ٹوسیٹر سے نیچے اتر کر سائبان کے سرے کی طرف جاتے دیکھا ۔۔۔۔ لیکن وہ باہر جانے کے بجائے سرے پر ہی رک گیا۔۔۔۔

وہ ایسے رخ سے کھڑا تھا کہ فریدہ اس کا چہرہ صاف دیکھ سکتی تھی۔ جوان تھا۔۔۔۔ خدوخال دلکش تھے ۔۔۔۔ صحت منداور توانا جسم رکھتا تھا۔ لیکن چہرے پر برسنے والی حماقت دوسری تفصیلات سے پہلے نظر آ گئی تھی۔ اس حماقت میں معصومیت کی ہلکی سی آمیزش کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور اس وقت تو اس کی آنکھوں سے کسی ایسے بچے کی آنکھوں کا سا خوف ظاہر ہو رہا تھا جس کو دیر سے گھر پہنچنے پر باز پرس کا خدشہ لاحق ہو۔۔۔۔ پتہ نہیں ممی ڈیڈی کس طرح پیش آئیں۔۔۔۔؟

فریدہ نے سوچا شاید وہ اس وقت بھی اپنی ٹوسیٹر ہی میں موجود تھا۔ جب اس نے اپنی گاڑی اس کے قریب کھڑی کی تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کپڑے ضرور بھیگ گئے ہوتے۔ عمارت سے اس جگہ کا فاصلہ جہاں تینوں گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اتنا ہی تھا کہ آدمی اچھی طرح بھیگ سکتا تھا۔

فریدہ چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی۔۔۔۔ پھر خود بھی گاڑی سے اتر آئی۔ اس کا اندازہ ایسا تھا کہ وہ کوئی بے حد سیدھا اور بے ضرر آدمی ہے۔۔۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی ہی تھی کہ وہ بے تحاشہ چونک پڑا۔ عجیب سی بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی اس پر۔۔۔۔ ہونٹوں کے گوشے پھڑکنے لگے تھے اور وہ کچھ اسی قسم کا منہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا جیسے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی ہو۔

"مم۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔مم۔۔۔۔۔معافی چاہتا ہوں"۔ وہ ہکلایا۔

" کس بات کی معافی۔۔۔۔"؟ فریدہ مسکرائی بھی اور اپنے لہجے میں تحیر بھی پیدا کیا تھا۔

"مم۔۔۔۔مجھے معلوم نہیں تھا کہ۔۔۔۔آپ۔۔۔۔۔یعنی کہ۔۔۔۔مم۔۔۔۔۔مطلب یہ کہ۔۔۔۔۔۔"

"آپ میری موجودگی سے آگاہ نہیں تھے"؟۔ فریدہ نے اس کی مشکل آسان کر دی۔۔۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔ "وہ اس طرح بولا جیسے دل پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔

"لیکن میں۔۔۔۔۔۔اس سائبان کی مالک تو نہیں ہوں"؟۔

"نہیں۔۔۔۔ہیں۔۔۔۔۔۔"؟ اس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ بوکھلاہٹ بھی تھی۔

" قطعی نہیں۔ ڈاک بنگلے کسی کی ملکیت نہیں ہوا کرتے"۔

"اوہ۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔ "اس نے سر ہلا کر کہا اور احمقانہ انداز میں ہنسنے کی کوشش کی۔

"آپ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔یقیناً۔۔۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔۔۔۔"

میں بھی پریشان ہوں۔۔۔۔ڈاک بنگلے کا محافظ کہہ رہا تھا کہ شاید ہمیں رات یہیں بسر کرنی پڑے گی"۔

"سب اسی کا کیا دھرا ہے۔۔۔۔۔ "وہ دانت پیس کر بولا۔

" کیا مطلب۔۔۔۔۔"؟

"یعنی کہ اس نے بھی مجھے روک لیا تھا۔۔۔۔ورنہ میں تو۔۔۔۔۔"

"اوہو۔۔۔۔تو کیا آپ گاڑی سمیت اس جھیل میں تیر جاتے"؟۔

" کیا پتہ اس نے سچ کہا ہے ۔۔۔۔۔۔یا جھوٹ۔۔۔۔اگر ہم آج رات یہاں ٹھہر گئے تو وہ ایک

کے چار بنا لے گا"۔

"تو پھر آپ کیوں رک گئے"؟۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔۔۔۔۔"؟

" کیا سمجھ میں نہیں آتا"؟۔

"آخری موقع بھی میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ ملازمت بھی میرے ہاتھ سے نکل گئی۔ انہوں نے مجھے اپائمنٹ لیٹر بھیج دیا تھا۔ آج بارہ بجے تک حاضری تھی۔ اس کے بعد انہیں اختیار ہو گا۔۔۔۔"

اس کی آواز میں غصیلا پن پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بولتا رہا۔ "بارہ بجے کے بعد انہوں نے کسی اور کو رکھ لیا ہو گا۔۔۔۔ اب یہ بارش وارش آدمی کے بس کا روگ تو نہیں۔۔۔۔۔ مگر کیا پتہ وہاں بارش نہ ہو رہی ہو۔۔۔ کہ ہو رہی ہو گی"؟۔

بالکل ڈیوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔ فریدہ نے سوچا اور سر ہلا کر بولی۔ "ممکن ہے ہو رہی ہو۔ آپ کہاں جا رہے تھے"؟۔

"ہالی ڈے کیمپ۔۔۔۔۔ انہیں ایک الیکٹریشن کی ضرورت تھی۔۔۔۔"

کہاں سے آئے ہیں"؟۔

"شاہ دارا سے"۔

"واقعی آپ کا بڑا نقصان ہوا ہے"۔

"لعنت ہے ایسی زندگی پر"۔

"لیکن آپ کو اس سے بددل نہ ہونا چاہیئے"۔

"جی۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ "اس نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ پھر اس طرح مطمئن نظر آنے لگا جیسے واقعی اسے اس سے بددل نہ ہونا چاہیئے۔

لیکن فریدہ کسی طرح بھی باور نہ کرسکی کہ وہ بن رہا ہے کیونکہ اسکے چہرے کے تاثرات میں بناوٹ نہیں

تھی۔ بے ساختہ پن تھا۔

"تو آپ الیکٹرک کا کام جانتے ہیں۔۔۔۔۔۔"؟ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بی ایس سی۔۔۔۔۔۔ کی ڈگری ہے میرے پاس"۔

"اور آپ اس طرح بھٹکتے پھر رہے ہیں؟۔ مجھے حیرت ہے"؟۔ فریدہ نے کہا۔

نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اتنی ہی سی دیر میں اس پر چھا گئی ہو۔۔۔۔

"شاہ دارا کے پاور ہاوس میں ایک جگہ نکلی تھی۔۔۔۔۔ لیکن وہ کسی بڑے آفیسر کے بھتیجے۔۔۔۔۔ مطلب کہ جی ہاں۔۔۔۔۔۔ میرے پاس کوئی بڑی سفارش نہیں تھی"۔

"ہاں سفارش۔۔۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔۔ میں آپ کا مطلب سمجھ گئی"۔

فریدہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس کے لیے کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ کیوں نہ ابھی اور اسی وقت اسے ہموار کر لیا جائے۔ وقتی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور شاید آئندہ بھی وہ اس کی پریشانیوں کے سدباب کا باعث بن سکے"۔

"تو اب آپ کی بددلی باقی نہ رہی"؟۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں قطعی نہیں۔۔۔۔ "وہ بھی بہت زیادہ خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"میں آپ کے لیے اچھی سی ملازمت کا انتظام کر سکتی ہوں"۔

"اوہ"۔ اس کی زبان سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ نکل سکا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں پر مسرت چمک تھی۔ چہرے کی رنگت گہری نظر آنے لگی تھی۔۔۔۔۔۔

"یقین کیجئے۔۔۔۔۔۔ بلکہ یہ سمجھئے کہ آپ کو ملازمت مل گئی"۔

"مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ کس طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"نہیں"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اچھا یہ بتائیے۔۔۔۔ آپ کے ڈکے میں کچھ سامان وامان بھی ہے"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔۔ہولڈال اور اٹیچی۔۔۔۔۔"

"بب۔۔۔۔۔۔بس ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔" فریدہ جلدی سے بولی۔ "آپ وہ سامان میری گاڑی کے ڈکے میں رکھ دیجئے"۔

"لل۔۔۔۔۔لیکن۔۔۔"؟

"جلدی کیجئے"۔

"دد۔۔۔۔دیکھئے۔۔۔۔مجھے اپنی فٹی سے بڑی۔۔۔۔۔بڑی یعنی کہ محبت ہے۔ ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے۔۔۔۔میں اسے یہاں نہ چھوڑ سکوں گا"۔

"میں کب کہتی ہوں کہ اسے یہیں چھوڑ دیا جائے۔۔۔۔۔یہ تو بس رات بھر یہیں کھڑی رہی گی صبح آپ اپنی گاڑی میں ہوں گے۔ میں اپنی گاڑی میں"۔

"تت۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔میں رات بھر آپ کی گاڑی میں رہوں گا"؟۔

"اوہو۔۔۔۔۔آپ اتنے پریشان کیوں ہیں"؟۔

"مم۔۔۔۔میں۔۔۔۔نہیں تو۔۔۔۔۔" وہ زبردستی ہنس پڑا۔

بالکل گھامڑ۔۔۔۔۔۔فریدہ نے سوچا۔۔۔۔۔اور بولی۔ "اس وقت ہم ایک ایکٹویٹی کرنے جا رہے ہیں۔ میرے کچھ دوست مجھے دھوکا دے کر ہالی ڈے کیمپ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔۔۔۔لیکن مجھے علم ہو گیا۔ میں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ ڈاک بنگلے میں موجود ہیں مجھے سخت الجھن محسوس ہوئی ان کی یہاں موجودگی پر۔۔۔۔۔میں سوچ رہی تھی کہ وہ مجھے دیکھ کر بے تحاشہ قہقہے لگائیں گے۔۔۔۔۔اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔۔۔۔کیونکہ میں تنہا ہوں اور اب آپ مل گئے ہیں۔۔۔۔۔میں ان پر جتاؤں گی کہ آپ میرے گہرے دوستوں میں سے ہیں اور ہم نے ہالی ڈے کیمپ جانے کا پروگرام بہت عرصہ سے بنا رکھا تھا"۔

"تت۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔آپ انہیں بیوقوف بنائیں گی۔۔۔۔۔"؟

"اوہ آپ تو بہت سمجھدار ہیں۔ جی ہاں یہی بات ہے"۔

خلاف امید نوجوان نے بڑے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

" کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔۔۔۔۔"؟۔

"میں مجبور ہوں"۔

" کیوں۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔"؟۔

"میری ممی کہتی ہیں۔۔۔۔۔ خود بیوقوف بن جاو۔۔۔۔۔ لیکن کسی کو بیوقوف نہ بناو"۔

"ہوں"۔ فریدہ نے طویل سانس لے کر اس کے چہرے پر نظر جمادی معصومیت اور حماقت مآبی میں ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

بالآخر اس نے کہا۔ "اس کے باوجود بھی آپ کی ممی ہی کی بات اونچی رہے گی۔۔۔۔ بے وقوف تو میں بناوں گی انہیں۔۔۔۔۔۔۔ آپ سے مطلب۔۔۔۔۔"

"لیکن میں آپ کا دوست کب ہوں"؟۔

"ارے واہ اتنی دیر سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ابھی تک دوست ہی نہیں بنے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"بن گئے ہیں"؟۔ اس نے احمقانہ استعجاب سے پوچھا۔

"پھر بھلا کس طرح بنتے ہیں؟۔ مل بیٹھتے ہیں۔ بات چیت ہوتی ہے۔ اور بس۔۔۔۔ دوست بن جاتے ہیں۔۔۔۔۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ "وہ اطمینان کے ساتھ سر ہلا کر بولا۔

"نام کیا ہے آپ کا۔۔۔۔"؟

"عمران۔۔۔۔ علی عمران"۔

"نام بھی آپ ہی کی طرح خوبصورت ہے"۔ فریدہ مسکرا کر بولی اور عمران نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"خدا کی قسم۔۔۔۔۔ "فریدہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک گئی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "لیکن آپ ان لوگوں کی موجودگی میں زیادہ تر خاموش ہی رہیں

گے"۔

"جی۔۔۔بہت اچھا۔۔۔"

"میں ان سے کہہ دوں گی کہ آپ فلسفہ کے طالب علم ہے"۔

"لل۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔فلسفہ۔۔۔۔تو۔۔۔۔"؟

" فکر نہ کیجئے۔۔۔۔۔وہ سب میں سنبھالوں گی۔لیکن آپ کا رویہ میرے ساتھ ایسا ہی رہنا چاہئے۔ جیسے ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔اگر مجھے مخاطب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آپ کی بجائے تم کہہ کر مخاطب کیجئے گا۔۔۔۔میرا نام فریدہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تب تو ٹھیک ہے"۔وہ بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا۔

" کیا ٹھیک ہے"؟۔

"فریدہ کہہ کر تو میں آپ کی چٹیا بھی پکڑ سکوں گا"۔

" کیا بات ہوئی"؟۔

"میری چچازاد بہن کا نام بھی فریدہ ہے۔اور میں اس کی چٹیا پکڑ کر اس زور سے جھٹکے دیتا ہوں کہ گھنٹوں بیٹھی بسورا کرتی ہے"۔

"خیر۔۔۔خیر۔ہاں تو اب اپنا سامان نکالیئے ڈکے سے"۔

عمران نے اپنی ٹوسیٹر کی ڈکی سے ہولڈال اور اٹیچی کو فریدہ کی گاڑی میں منتقل کر دیا۔

"اپنی گاڑی کو لاک کر دیجئے"۔فریدہ نے کہا۔

"جی بہت اچھا"۔

سامان ڈکی میں رکھ کر فریدہ کی ہدایت کے مطابق وہ اگلی سیٹ پر اس کے قریب جا بیٹھا۔

فریدہ نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی بیک کی اور اسے سیدھی عمارت کے برآمدے کی طرف لیتی چلی گئی۔

برآمدے سے ملا کر گاڑی کھڑی کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "دیکھو، ہوشیار رہنا۔ قطعی نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم یہیں اتفاقاً میرے دوست بنے ہو"۔

"جی بہت اچھا"۔

11

"پھر وہی جی بہت اچھا"۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔ "یوں کہو۔ اچھا فریدہ ایسا ہی ہوگا"۔

وہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "اچھا فریدہ ایسا ہی ہوگا۔

"بس دروازہ کھول کر نیچے اترو اور مجھے بھی اترنے میں مدد دو"۔

"میں کیسے مدد دوں"؟۔

"یعنی کہ جب میں نیچے اترنے لگوں تو میرا ہاتھ پکڑ لو اور یہ ظاہر کرو جیسے مجھے بھیگنے سے بچانا چاہتے ہو"۔

"گگ۔۔۔۔ گود میں اٹھا کر۔۔۔۔۔ وہاں پہنچا دوں یعنی کہ۔۔۔۔۔"؟

"احمق۔۔۔۔۔۔ وہ جھینپ گئی۔۔۔۔۔ سارا کھیل بگاڑ دو گے۔۔۔۔۔"

"پھر بتائیے میں کیا کروں۔۔۔۔۔"؟۔ وہ بے بسی سے بولا۔

"ایک طرف ہٹ جاو۔۔۔۔۔ میں خود اتر جاوں گی"۔

"جی بہت اچھا۔۔۔۔ "وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ اور اس کے لیے دروازہ کھولے رہا۔ وہ ایک ہی جست میں برآمدے میں پہنچ گئی۔۔۔۔۔

اب چلو۔ اندر چل کر دیکھیں کہ وہاں کوئی ایسا آدمی بھی مل سکتا ہے جو ہمارا سامان ڈکی سے نکال کر اندر پہنچا دے"۔

"میں دوڑ کر دیکھ آوں"؟۔

"اوہ۔۔۔۔ بس خاموش رہو۔۔۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔۔۔۔ "اس نے کہا اور سوچا اتنا گھامڑ آدمی آج تک نظر سے نہیں گزرا۔۔۔۔۔ آخر اس نے انجنیئرنگ کی ڈگری کیسے حاصل کی ہوگی"؟۔

وہ دونوں نشست کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں چار مرد مختلف جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی بھی تھی۔ خاصی دلکش اور اسمارٹ تھی۔۔۔۔ عمر بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اس کے قریب ہی ایک توانا اور بھاری جبڑوں والا مرد بھی بیٹھا نظر آیا۔۔۔۔ اور اس کی عمر بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں تھی لیکن جسم کی بناوٹ کی بنا پر بھاری بھرکم لگتا تھا۔ گٹھا ہوا کسرتی بدن لباس کے اوپر سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ شخصیت خاصی پرکشش تھی۔

فریدہ نے وہاں ان دونوں کی موجودگی پر حیرت ظاہر کی اور وہ بھی اسے دیکھ کر سٹپٹا سے گئے تھے۔۔

12

"اوہو۔۔۔۔ تیمور۔۔۔۔ صفیہ۔۔۔۔" فریدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر وہ ہنس پڑی۔۔۔۔۔ اور بولی۔۔۔۔۔ "تم لوگ کہاں آ پھنسے۔۔۔۔۔"؟

لڑکی جسے اس نے صفیہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "تم کہاں جا رہی تھیں"؟۔

"ہالی ڈے کیمپ۔۔۔۔ یہ ہیں عمران، اور یہ صفیہ۔۔۔۔ کیوں؟ میرا خیال ہے کہ تم دونوں پہلے بھی مل چکے ہو"؟۔

صفیہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور اب وہ مرد بھی کرسی سے اٹھ گیا تھا۔ جسے فریدہ نے تیمور کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

"نہیں میں تو پہلی بار مل رہی ہوں"۔ صفیہ نے عمران کو نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاید مجھے بھی پہلے کبھی ان سے ملنے کا فخر نہیں حاصل ہوا"۔ تیمور گونجدار آواز میں بولا۔

"تت۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ اب مل لیجئے۔۔۔۔۔" عمران ہکلایا۔

فریدہ ہنس پڑی اور عمران کو پیار سے دیکھتی ہوئی لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔ "یہ فلسفے کے طالب علم ہیں"۔

"خوب"۔ تیمور کا لہجہ طنزیہ تھا۔

عمران نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لیے تھے اور فرش کو تکے جا رہا تھا۔

"خیر، ہاں تو۔۔۔ " فریدہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی آہستہ سے بولی۔

"یہاں تو کوئی بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو ہمارا سامان یہاں لا سکے"۔

"میں خود ہی لے آتا ہوں"۔ عمران بول پڑا۔

"یہی کچھ مجبورا کرنا پڑے گا"۔ فریدہ بولی۔

وہ دونوں پھر بیٹھ گئے۔۔۔۔۔ اور عمران انہیں وہاں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

یہاں کل پانچ کرسیاں تھیں اور ایک گوشے میں ایک بنچ پڑی ہوئی تھی۔۔۔۔

فریدہ بنچ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔۔۔۔

بنچ پر بیٹھ بھی گئی۔

لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی کرسی اسے آفر نہ کی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد عمران ہولڈال اور اٹیچی سنبھالے ہوئے اندر آیا۔۔۔۔۔ اور غالبا اس انتظار میں چپ چاپ کھڑا رہا کہ فریدہ اسے کوئی دوسری ہدایت دے۔

"اوہو۔ ڈیئر تو اسے رکھ دو نا کسی طرف"۔ فریدہ نے جز بز ہو کر کہا۔

عمران نے فدویانہ انداز میں فوراہی تعمیل کی اور فریدہ نے اشارے سے اسے سمجھانے کی کوشش کر ڈالی کہ اب اسے اس کے قریب بیٹھ جانا چاہیئے لیکن وہ سامان کے قریب بالکل ٹھس کھڑا رہا۔۔۔۔۔ تیمور ایسی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کے بارے میں کسی قسم کا اندازہ کرنا چاہتا ہو۔۔۔۔۔۔ صفیہ کے چہرے پر بھی الجھن کے آثار تھے۔۔۔۔۔۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"اس بنچ پر بیٹھنے سے شان نہ گھٹ جائے گی۔۔۔ تم وہاں کیوں کھڑے ہو"؟ فریدہ نے کسی قدر جھلاہٹ کے ساتھ عمران کو مخاطب کیا۔

"اوہو۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔۔۔۔ " وہ چونک کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں"۔

" فکر نہ کرو۔۔۔۔ بیٹھ جاو۔۔۔۔۔۔ تفریحی سفر میں تکالیف بھی اٹھانی پڑتی ہیں۔۔۔۔۔ سچ کہتی ہوں فلسفے نے تمہیں کسی کام کا نہیں رکھا"۔

عمران کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف بڑھا اور بنچ پر بیٹھ گیا۔ فریدہ منہ پر رومال رکھ کر آہستہ سے بولی۔ "یہ مت بھولو کہ ہم دونوں بے تکلف دوست ہیں"۔

عمران نے آنکھیں بند کر کے سر کر اثباتی جنبش دی۔

پھر فریدہ نے کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔ "میں بہت خوش ہوں۔ اس بے سروسامانی میں کتنا رومان ہے"۔

" ہے تو"؟۔ عمران بے ڈھنگے پن سے چہکا۔ اور فریدہ نے طویل سانس لی۔ وہ سوچ رہی تھی کاش یہ اتنا احمق نہ ہوتا۔ کسی قدر اداکارانہ صلاحیت کا مالک بھی ہوتا۔

" کیوں نہ ہم۔۔۔۔ یہ بنچ برآمدے میں اٹھا لے چلیں"؟۔ فریدہ نے کہا۔ "ایسی دل کش برسات کہاں نصیب ہوگی"۔

"ضرور۔۔۔۔ ضرور"۔

فریدہ اٹھ گئی۔ عمران نے بینچ اٹھائی۔۔۔۔ اور اسے برآمدے میں لایا۔ فریدہ پیچھے پیچھے آئی۔

" ٹھیک ہے۔۔۔۔ بس یہیں رکھ دو۔۔۔۔۔ "اس نے کہا۔

عمران نے بنچ رکھ کر پوچھا۔ " کیا سامان بھی اٹھا لاوں"؟۔

"اوہو۔۔۔۔ سامان کہاں بھاگا جا رہا ہے۔۔۔۔ آخر تم پر اتنی بدحواسی کیوں طاری ہے بیٹھو"۔

وہ دونوں کمپاونڈ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ بارش کا زور کم ہو گیا تھا۔

عمران ایک ٹک خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ کبھی کبھی ٹھنڈی سانس لے کر منہ بھی چلاتا۔

"ارے تو کچھ بات ہی کرو"۔ فریدہ بولی۔

"ججج۔۔۔۔ جی"۔ عمران چونک پڑا۔

"شاید ہوگئی ہے"؟۔ فریدہ نے پوچھا۔

"بب ۔۔۔۔۔ بالکل ۔۔۔۔۔ "اس نے جلدی سے کہا۔۔۔۔۔ ایسی بوکھلاہٹ طاری ہوئی تھی کہ اس پر فریدہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے"؟۔

"مم ۔۔۔۔ میں نے سوچا شاید پھر نوکری نہ دلوائیں آپ ۔۔۔۔ میں نے اخبارات میں اکثر ایسے بھی اشتہارات دیکھے ہیں جن میں صاف لکھا ہوتا ہے کہ غیر شاید شدہ لوگ اپلائی نہ کریں"

"نہیں ۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں"۔ فریدہ سنجیدگی سے بولی۔

"شادی کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے بڑی شرم آتی ہے"۔

"بھلا یہ کیوں ۔۔۔۔"؟

"بچے پیدا ہو کر مجھے پپا کہیں گے"۔ عمران نے کہا اور شرما کر سر جھکا لیا۔

" کیا بات ہوئی ؟۔ تم واقعی عجیب ہو"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

فریدہ نے سوچا گفتگو جاری رہنی چاہئے۔ ورنہ یہ فارم میں نہیں آ سکے گا۔

"ہوں۔ تو یہ بات ہے"۔ وہ سر ہلا کر بولی۔ "لیکن تم اپنے والد صاحب کو کیا کہتے ہو"؟۔

"والد"۔

" کیا والد کہہ کر مخاطب کرتے ہو"؟۔

"بالکل:"۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو گویا اپنی نوعیت کے ایک ہی ہو"۔

چونکہ کھلا ہوا استہزائیہ انداز تھا۔ اس لیے عمران بگڑ کر بولا۔ "اس کا کیا مطلب ہوا"؟۔

مطلب یہ کہ دنیا سے نرالے ہو۔ انگریزی میں باپ کو فادر کہتے ہیں لیکن کوئی بیٹا باپ کو فادر کہہ کر

مخاطب نہیں کرتا۔ ڈیڈی پاپا کہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں یہی ہوتا ہوگا"۔

"ہوتا ہو۔۔۔۔۔ "عمران کا لہجہ بدستور غصیلہ تھا۔

"یہ تو کھلی ہوئی زبردستی ہے"۔

"دیکھئے جناب۔ میں امرود کو ہر حال میں امرود ہی کہوں گا"۔

"میں نہیں سمجھی"؟۔

"سمجھئے۔ وہ سامنے امرود کا درخت ہے۔ اس میں امرود لگے ہوئے ہیں آپ بھی انہیں امرود ہی کہیں گی"؟۔

"بالکل کہوں گی"۔

"لیکن اگر آپ امرود کھا رہی ہوں اور میں پوچھوں کہ کیا کھا رہی ہیں تو آپ یہ تو ہرگز نہیں کہیں گی کہ شکرقند کھا رہی ہوں"؟۔

"قطعی نہ کہوں گی"۔

"بس اسی طرح سمجھ لیجئے"۔

"بھئی کیا سمجھ لوں"؟۔

"لاحول ولاقوۃ۔۔۔ "عمران زیرلب بڑبڑایا۔ "کیسی مصیبت میں پھنس گیا ہوں"۔

"زور سے کہو جو کچھ کہنا ہو"؟۔

عمران جھلا کر بولا۔ "میں خط میں ان کو لکھتا ہوں جناب والد صاحب قبلہ السلام علیکم۔۔۔۔ پھر زبان سے کیوں۔ ابا ٹبا پاپا ٹاپا کہوں"؟۔

"خدا کی قسم تم تو واقعی فلسفیوں جیسی باتیں کر رہے ہو"۔ وہ ہنس پڑی۔

اور عمران برا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"ہائیں۔۔۔۔ تم تو خفا ہوگئے۔۔۔۔۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں وہ لوگ بھی برآمدے میں نکل آئے جو اندر بیٹھے ہوئے تھے۔

اب دراصل یہ مسلہ چھڑا ہوا تھا کہ وہ بذات خود وہاں تک جائیں جہاں سڑک پانی میں ڈوبی ہوئی بتائی جاتی ہے۔۔۔۔۔ خود دیکھ کر آئیں۔۔۔۔۔۔۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ ڈاک بنگلے والوں نے اپنی کمائی کے لیے یہ شوشہ چھوڑا ہو۔۔۔۔۔

عمران اور فریدہ ان کی گفتگو سنتے رہے۔۔۔۔ لیکن خود کچھ نہ بولے۔۔۔۔۔۔ تیمور اور صفیہ بھی ان لوگوں سے متفق تھے جو اس جگہ تک جانا چاہتے تھے۔

بارش اب بہت ہلکی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

وہ سب اپنی گاڑیوں کی طرف چلے گئے۔۔۔۔۔

"آپ کے دوست بھی جا رہے ہیں"؟۔ عمران نے کہا۔

"ہوں۔ اوں۔۔۔۔۔۔ "فریدہ چونک کر بولی یک بیک وہ بہت زیادہ مغموم ہو گئی تھی۔

"لیکن یہ کیسے دوست ہیں"؟۔

" کیوں"۔ فریدہ اسے گھور کر بولی۔

"انہوں نے آپ سے چلنے کو نہیں کہا"؟۔

" کچھ ایسے زیادہ گہرے دوست بھی نہیں ہیں"۔

"میرا تو کوئی دوست ہی نہیں ہے۔ میں کسی کو دوست بنانا پسند نہیں کرتا"۔

"مجھے بھی نہیں"؟۔ فریدہ اٹھلائی۔

"آپ تو مجھ نوکری دلائیں گی نا"؟۔

"یقیناً"۔

"بس تو پھر آپ میری دوست ہیں"۔

" کیا واقعی تمہاری کسی لڑکی سے دوستی نہیں"؟۔

" کیا لڑکیاں بھی دوستی کے قابل ہوتی ہیں۔۔۔۔"؟ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" کیوں نہیں ہوتیں"؟۔

"ہرگز نہیں ہوتیں۔۔۔۔ کیا وہ میرے ساتھ کبڈی کھیل سکتی ہیں"؟۔

"واقعی تم عجیب ہو"۔

" کیوں نہ ہم بھی چل کر دیکھ لیں"؟۔

"میں تو اب کہیں نہیں جاوں گی۔ رات یہیں بسر کروں گی"۔

"اور اگر وہ لوگ چلے گئے"؟۔

"جہنم میں جائیں"۔

عمران خاموش ہو گیا۔

فریدہ گہری سوچ میں تھی۔

اس وقت پھر چوٹیں ہری ہو گئی تھیں۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور عمران کو اس طرح دیکھنے لگی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

" کیا تم سچے دل سے میرا دوست بننا پسند کرو گے"؟۔ اس نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

عمران نے ایسے انداز میں پلکیں جھپکائیں جیسے وہ جملہ کسی غیر ملکی زبان میں ادا کیا گیا ہو۔۔۔۔۔۔

"وہ حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھتا رہا"۔

" کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی"؟۔

عمران نے نفی میں سر ہلا کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"حالانکہ ہمارے معاشرے میں عورت اور مرد کی دوستی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا پھر بھی میری خواہش ہے کہ ہم دوست بن جائیں۔۔۔۔"

"اچھی بات ہے"۔ عمران بے بسی سے بولا۔

" تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ ایک عورت تم سے دوستی کی خواہش رکھتی ہے"۔ فریدہ جھنجھلا گئی۔

" دراصل مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا"۔ عمران کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں بالکل وہ ہوں اس معاملے میں ۔۔۔۔ الو۔۔۔۔"

" تب تو تم اور زیادہ اچھے دوست ثابت ہوسکو گے"۔

" لیکن مجھے آپ کا وہ دوست بالکل پسند نہیں آیا۔۔۔ کیا نام ۔۔۔۔۔۔ جمہور"۔

"جمہور۔۔۔۔۔۔ "وہ ہنس پڑی۔۔۔۔ "جمہور نہیں تیمور"۔

"وہی۔۔۔ وہی۔۔۔ "عمران سر ہلا کر بولا۔

" تمہیں کیوں نہیں پسند آیا"؟۔

"پتہ نہیں کیوں"؟۔ اس کی صورت مجھے غصہ دلاتی ہے"۔

فریدہ نے اسے غور سے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔۔۔۔ اور عمران تو اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔

اتنے میں وہ دونوں گاڑیاں پھر واپس آتی دکھائی دیں۔

"اوہو"۔ فریدہ بولی۔ "یقین نہیں آتا تھا اس بے چارے کی بات پر میں کہتی ہوں اس غریب کو دو چار پیسے مل بھی گئے تو کیا یہ لوگ کنگال ہو جائیں گے"؟۔

" کاش اس وقت میرے پاس دو چار مرغیاں ہوتیں"۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

" کیا مطلب"؟۔

"بیس روپے فی مرغی کے حساب سے بہ آسانی فروخت کر سکتا"۔

"چھوٹی بات ۔۔۔۔ تم اب ایسی باتیں نہ سوچو۔۔۔۔ میرے دوست ہوں"۔

" کیا آپ ہنری فورڈ ہیں"؟۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں اتنی دولت مند نہیں ہوں۔ لیکن تم میری گاڑی تو دیکھ ہی رہے ہو"؟۔

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ سب اپنے اپنے گاڑیوں سے اترے اور پھر برآمدے میں آ کھڑے ہوئے۔

فریدہ نے محسوس کیا کہ تیمور عمران کو گھورے جا رہا ہے۔ اور صفیہ کی نظریں بھی اسی کی طرف ہیں۔

اسے ایک طرح کی طمانیت کا احساس ہوا اور کچھ دیر پہلے کی گھٹن دور ہوگئی۔ تو اس نے انہیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔ اس نے سوچا اور یک بیک کھلنڈرے موڈ میں آ گئی۔

برآمدے کے نیچے ایک بہت بڑا مینڈک پھدکتا پھر رہا تھا۔ اس نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر مینڈک کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔ مقصد صرف مینڈک دکھانا تھا۔۔۔۔ لیکن عمران نے دوسرے ہی لمحے برآمدے سے باہر چھلانگ لگائی اور اس مینڈک کو پکڑنے کے لیے دور تک دوڑتا چلا گیا۔۔۔۔ اور بالآخر پکڑ کر ہی دم لیا۔۔۔

برآمدے میں کھڑے ہوئے لوگ ہنس رہے تھے اور فریدہ کا موڈ بالکل چوپٹ ہو گیا تھا۔

تیمور اور صفیہ کے استہزائیہ قہقہے زہر لگ رہے تھے۔ اسے عمران پر شدت سے غصہ آیا۔ اور وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ وہاں بیٹھی رہ کر خود بھی مضحکہ بنتی۔۔۔۔۔ کچھ دیر بعد اس نے عمران کو اونچی آواز میں بولتے سنا اور بوکھلا کر پھر برآمدے میں نکل آئی۔

وہ سب عمران کو گھیرے کھڑے تھے۔۔۔۔۔ اور عمران مینڈک کو دونوں ہاتھوں میں دبائے کہہ رہا تھا۔ "یہی ہے۔۔۔۔ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش تھی۔ اس مینڈک کو یونانی زبان میں "پونی گرس" اور عربی میں "بنی غورث" کہتے ہیں"

"اوہو۔۔۔۔" کسی نے کہا۔ "ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ اتنا مغزز مینڈک ہے"۔

"اب اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے"۔ عمران نے سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔

" کچھ اور بتائیے اس کے بارے میں"؟۔

"زہر مہرہ ہوتا ہے اس کی کھوپڑی میں"؟۔

"زہرمہرہ کیا چیز۔۔۔۔۔۔"؟ اسی آدمی نے سوال کیا۔

"پتھر شکل کی ایک چیز ہوتی ہے۔ چمک دار اور سیاہ رنگ والی۔۔۔۔ بالکل سیاہ نہیں۔۔۔۔۔ بالکل سبزی مائل سیاہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ زہرمہرہ کا استعمال تو سب ہی جانتے ہیں"۔

"نہیں صاحب۔۔۔۔۔۔۔ میں تو نہیں جانتا"؟۔

"اور کوئی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔"؟ عمران نے کسی فٹ پاتھی مجمع باز حکیم کی طرح ہانک لگائی اور خاموشی سے ان کے چہروں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بولا۔

"افسوس صد افسوس۔ اتنے لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو زہرمہرہ کا استعمال جانتا ہو۔۔۔۔ اچھا ایک ایک قدم پیچھے ہٹ جائیے۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ سب ہنستے ہوئے ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔۔۔۔۔ لیکن تیمور اب بھی نہایت سنجیدگی سے عمران کو گھورے جا رہا تھا۔ صفیہ کبھی ہنستی اور کبھی سنجیدہ ہو جاتی۔

"اچھا تو صاحبان۔۔۔۔۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔۔۔۔ زہرمہرہ سانپ کے زہر کا تریاق ہے۔۔۔۔ جہاں سانپ کے دانت کا نشان ہو وہاں زہرمہرہ رکھ دیجئے۔ وہ آپ کے جسم کے گوشت سے چپک کر رہ جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ سارا زہر چوس نہ لے۔۔۔ کیا نام ہے اس مینڈک کا"؟۔

کوئی کچھ نہ بولا۔

عمران ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر ہنس کر بولا۔

"بھول گئے۔۔۔۔۔ اتنی جلدی۔۔۔۔ یونانی میں پونی گرس اور عربی میں بنی غورث کہتے ہیں۔۔۔۔"

"فیثا غورث کی اولاد تو نہیں ہے"؟۔ کسی نے کہا۔

"جی میں اتنا جاہل نہیں ہوں"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ فیثا غورث ببول کے درخت کو کہتے ہیں"۔

پھر قہقہہ پڑا۔

تیمور اب بھی سنجیدہ تھا۔ البتہ صفیہ دوسرے قہقہوں کا ساتھ دے رہی تھی اور فریدہ کا دل چاہ رہا تھا کہ عمران کو پیٹ

کر رکھ دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بھائی صاحب، اب اس سے زہر مہرہ حاصل کیسے کیا جائے گا"؟۔ ایک آدمی نے بڑی لجاجت سے پوچھا۔

"الٹا لٹکا دیجئے اس کو۔۔۔۔ اور نیچے آگ جلا کر گہرا دھواں کیجئے۔۔۔۔۔ بوکھل کر خود ہی اگل دے گا۔۔۔ "عمران نے کہا۔

" کھوپڑی توڑ کر کیوں نہ نکال کلے"؟۔ کسی نے تجویز پیش کی۔

"ہرگز نہیں صاحبان۔۔۔۔۔ اس طرح آپ زہر مہرہ نہیں حاصل کرسکیں گے پانی ہو جاتا ہے۔۔۔۔ زندہ مینڈک راضی خوشی سے اگل دے گا تو آپ خوش نصیب ہیں"۔

"ہاں یہ ٹھیک کہتے ہیں"۔ ان میں سے ایک آدمی بولا۔ چونکہ اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی اس لیے دوسرے خاموش ہی رہے۔۔۔۔

اور اس کے بعد تو سب ہی سنجیدگی سے اس مسلے پر غور کرنے لگے تھے۔ کیونکہ انہیں کچھ کچھ یاد آ رہا تھا کہ ان کے دادا یا نانا بھی زہر مہرہ کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔۔۔۔ حد یہ ہے کہ فریدہ نے بھی یہ محسوس کیا جیسے پہلے بھی کبھی یہ چیز اس کے گوش گزار ہوئی ہو۔۔۔۔

پھر اس نے ایک حیرت خیز منظر دیکھا۔ وہ سارے شریف آدمی اس مینڈک کو الٹا لٹکا دینے کی فکر میں پڑ گئے تھے۔ اس کی پچھلی ٹانگیں باندھی گئیں۔۔۔۔۔ اور ایک صاحب اسے لٹکائے کھڑے رہے۔

دوسرے جیالے نے اپنے سوٹ کیسے سے دو قمیضیں نکالیں اور ان میں آگ لگا دی۔ بارش کی وجہ سے انہیں خشک لکڑی یا خس وخاشاک نہیں مل سکتے تھے۔ لہذا زہر مہرہ حاصل کتنے کی شوق میں انہیں دو

قمیضیں پھونکنی پڑی تھیں۔

فریدہ نے عمران کی طرف دیکھا۔ جو اب ان سے الگ تھلگ کھڑا انہیں عجیب انداز میں دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے مینڈک کو الٹا لٹکا کر سخت عبرت ہوئی ہو"۔

"ذرا اور ادھر۔۔۔۔۔۔ دھواں نہیں لگ رہا"۔ قمیضوں میں آگ لگانے والے نے اسے ہدایت دی جو مینڈک کو الٹا لٹکائے کھڑا تھا۔

فریدہ سنجیدگی سے منتظر تھی کہ اب مینڈک نے منہ کھولا اور زہر مہرہ ٹپکا۔

22

دونوں قمیضیں خاک ہوگئیں۔۔۔۔۔۔ لیکن کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

اب عمران کچھ اس قسم کا منہ بنائے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔ جیسے نادانستگی میں کوئی کڑوی چیز کھا گیا ہو۔۔۔۔

دفعتاً فریدہ نے محسوس کیا کہ اب ان لوگوں کی آنکھوں میں خفت اور جھنجھلاہٹ کے آثار پائے جا رہے ہیں۔

"کیوں جناب۔۔۔۔۔"؟ اچانک اس آدمی نے عمران کو مخاطب کیا جس نے اپنی دو عدد قمیضیں ضائع کی تھیں۔

میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔ عمران سر ہلا کر پر تشویش لہجے میں بولا۔ "دراصل مجھے یاد نہیں کہ اسے کتنی دیر دھواں دیا جاتا ہے"۔

"بے وقوف بناتے ہو۔۔۔۔۔"؟ وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے توبہ توبہ۔۔۔۔ "عمران دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "یہ بات ہو تو سامنے کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں"۔

"سامنے کی۔۔۔۔۔۔ یعنی میری۔۔۔۔۔۔"؟ اس نے جھینپ کر کہا۔

"آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی مینڈک ہے۔۔۔۔۔۔"؟ دوسرا آدمی بولا۔

"اب میں کیا عرض کروں جناب۔ حکیم نل نل فلوس نے یہی پہچان لکھی ہے۔۔۔۔ میں کہتا ہوں، ابھی کچھ دیر اور دھواں۔۔۔۔۔"

"اب آپ اپنی قمیض اتاریئے۔۔۔۔۔۔۔" پہلا بول پڑا۔

"اگر مانگے کی نہ ہوتی تو اسے اس تجربے پر قربان کر دیتا۔۔۔۔۔ "

"عمران۔۔۔" فریدہ نے اسے آواز دی۔

"او۔۔۔ ہو۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

"اندر چلو۔۔۔۔" فریدہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

اندر گھسیٹ لائی اور ہانپتی ہوئی بولی۔ "یہ تم نے کیا شروع کر دیا"؟۔

"مم۔۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔"؟ لہجہ نہ صرف تحیر آمیز تھا بلکہ اس میں خوفزدگی کی بھی آمیزش تھی۔

"ہاں تم نے۔۔۔ یہ بچگانہ حرکتیں۔۔۔۔"؟ اس نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا مینڈک پکڑنے کو"؟۔

" پکڑنے کو کہا تھا۔ میں نے یا صرف دکھایا تھا"؟۔

"لاحول ولا قوۃ"۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ " کیا حماقت ہوئی ہے"؟۔

"اور پھر یہ زہر مہرہ والی حرکت"؟۔

"بس یاد آ گیا۔ اس مینڈک کو یونی گرس کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ یونانی میں۔۔۔۔۔ اور عربی میں بنی غورث۔۔۔۔۔"

وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اگر میں ساتھ نہ ہوتی تو یہ لوگ تمہاری پٹائی کر دیتے۔۔۔۔۔ سمجھے"؟۔

"آپ ساتھ نہ ہوتی تو مجھے کیا پڑی تھی خواہ مخواہ مینڈک پکڑتا پھرتا"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور

بڑبڑاتا رہا۔ "واہ یہ اچھی رہی۔۔۔خود ہی تو مینڈک پکڑنے کو کہیں۔۔۔۔۔ "

" تمہیں گھن نہیں معلوم ہوئی تھی"؟۔

"اب معلوم ہو رہی ہے۔۔۔خواہ مخواہ ایک ایسے نامعقول مینڈک کے ساتھ مغز ماری کرتا رہا جو زہر مہرہ بھی نہ اگل سکا۔۔۔لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی اور دھواں دینا چاہیئے"۔

"اور اس گدھے نے اپنی دو قمیضیں پھونک دیں"۔

"آپ کے پاس کوئی ساری واری بھی ہے۔۔۔۔ابھی میں مطمئن نہیں ہوں"۔

" کیا مطلب"؟۔اب میری ساری بھی جلوانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔"؟

"اگر میں اس سے زہر مہرہ اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہو گی"۔

"تم اپنا اٹیچی ٹٹولو۔۔۔۔میرے پاس تو کچھ بھی نہیں"۔

"میرے پاس سارے کپڑے مانگے کے ہیں۔۔۔۔چھ مہینے سے بے کار ہوں۔ ہنسی کھیل نہیں ہے"۔

"تو ان لوگوں سے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم مانگے کی قمیض پہنے ہوئے ہو"؟۔

"آہا۔۔۔تو پھر کیا اسے جلوا دیتا"؟۔

فریدہ زچ ہو جانے والے انداز میں خاموش ہو گئی۔

*_____________*____________*___________*

ڈاک بنگلے میں چار کمرے تھے۔ایک ان دونوں کے حصے میں بھی آیا تھا لیکن شب بسری کے لیے فرش ہی نصیب ہوا۔ڈاک بنگلے کا محافظ پانچ سے زیادہ چارپائیاں مہیا نہ کر سکا تھا۔چاروں عددان کے ہاتھ لگی تھیں جو سیڈ ان پر آئے تھے۔اور ایک صفیہ اور تیمور کے حصے میں آئی تھی۔۔۔۔ان چاروں نے اخلاقاً بھی ایک چارپائی سے دستبردار ہونا پسند نہیں کیا تھا۔

فریدہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے پیچ وتاب کھا رہی تھی۔۔۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی موجودگی میں وہ دونوں ایک ہی کمرے میں رات گزارے کی جرات کر سکیں گے۔۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ صفیہ اس سے کہے گی کہ وہ اس کے ساتھ رہے گی۔۔۔۔ عمران اور تیمور دوسرے کمرے میں رات بسر کریں گے۔

فریدہ سوچتی اور ابلتی رہی۔ حتی کہ ایک بار بے خیال میں زبان سے بھی نکل گیا۔۔۔۔ "میں اسے گولی مار دوں گی"۔

عمران جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اچھل پڑا اور گھگھیا کر بولا۔ "وہ تو پہلے ہی مارا جا چکا"

" کون۔۔۔۔"؟ فریدہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مینڈک"۔

"خاموش رہو"۔

"جی بہت اچھا"۔

لالٹین کی ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ کرنا دشوار تھا۔۔۔۔

فریدہ فوراً ہی سنبھل گئی۔ اس نے سوچا اس بے چارے سے ایسے لہجے میں گفتگو کرنی چاہئے۔

"تم کب تک یونہی بیٹھے رہو گے۔۔۔ اپنا بستر بچھاو اور سو جاو"؟۔

"اور آپ۔۔۔۔"؟

"میں عادی ہوں جاگنے کی۔۔۔ ساری رات اسی کرسی پر بیٹھ کر رات گزار سکتی ہوں"۔

"میں سر کے بل کھڑا ہو کر بھی سو سکتا ہوں۔۔۔ اس لیے براہ کرم میرا بستر استعمال کیجئے۔۔۔"

"یہ ناممکن ہے۔۔۔۔ اتنی زیادہ تکلیف نہیں دے سکتی تمہیں۔۔۔ یہی کیا کم ہے کہ میرے ساتھ اس ڈرامے میں شریک ہو گئے ہو"۔

"میری سمجھ میں تو نہیں آتا"؟۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔ وہ اسے بتاتی بھی کیا"؟۔

"تم اپنے بارے میں مجھے بتاو"؟۔ اس نے کہا۔

"میں۔۔۔ یعنی میں۔۔۔ اپنے بارے میں"؟۔ عمران رک رک کر بولا۔ "علی عمران نام ہے میرا ۔۔۔۔۔ باپ کا نام ایف رحمان۔۔۔۔۔ پتہ نہیں کیوں وہ خود کو فضل الرحمٰن لکھتے ہوئے شرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔ ہمیشہ ایف رحمان ہی لکھتے ہیں۔ ہر سال میرے لیے ایک بھائی بہن مہیا کرنا ان کی ہابی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"مضحکہ اڑا رہے ہو باپ کا"؟۔

"وہاٹ اے گریٹ مین ہی از"۔

"میں ان کے بارے میں نہیں تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں"؟۔

"ابھی میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ اپنے بارے میں کچھ بتا سکوں"۔

" کوئی گرل فرینڈ رکھتے ہو"؟۔

" کہاں رکھو، جیب بہت مختصر ہے"؟۔

"اس وقت تو تم بڑی عقلمندی کی باتیں کر رہے تھے"؟۔

"سورج طلوع ہوتے ہی عقل رخصت ہو جاتی ہے"۔

" کبھی کسی سے محبت بھی کی ہے"؟۔

"صرف اپنی فئٹ سے، جو ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے"۔

" کرو بھی کیا؟ تمہیں منہ لگائے گا کون"؟۔ وہ جل کر بولی۔

"اچھا اس کی بات نہ کیجئے۔ مجھے شرم آتی ہے"۔ عمران نے جھینپتے لہجے میں کہا۔ اور فریدہ ہنس پڑی۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔

"سوال یہ ہے کہ رات کیسے گزری گی"؟۔ فریدہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔

"تم کیا سوچ رہے ہو"؟۔

"کچھ کھائے بغیر رات کیسے گزرے گی"۔ چوکیدار نے کہا تھا کہ وہ رات کا کھانا مہیا کرے گا۔

"اگر اس نے کوئی ایسی اچھی بات کہی تھی تو مجھے اس شریف آدمی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے"۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"نہیں۔۔۔۔۔تم کہیں جاوگے نہیں۔۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"تنہا۔۔۔۔مجھے ڈر لگے گا۔۔۔۔۔۔دیکھو کتنا گہرا اندھیرا ہے"۔

"لالٹین ساتھ لے جاوں گا۔۔۔۔۔آپ فکر نہ کیجئے"۔

"یعنی میں اندھیرے میں رہ جاوں گی"؟۔

"اندھیرے میں ڈر نہیں لگے گا"۔

"کیا بات ہوئی"؟۔

"اندھیرے میں کچھ سوجھائی نہیں دیتا پھر ڈر کس کس چیز سے لگے گا"؟۔

"پتہ نہیں کہاں کی منطق کھودلاتے ہو"؟۔

عمران کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد فریدہ نے پوچھا۔ "کیا تم بہت بھوکے ہو۔۔۔۔۔۔"؟

"تین دن سے کھانا نہیں کھایا میں نے"۔

"کیوں اڑاتے ہو"؟۔

"چھ ماہ سے بیکار ہوں۔۔۔۔ہنسی کھیل نہیں ہے۔ اور دیکھئے۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ ایک لمبا چوڑا ناشتہ دان بھی دیکھا تھا"۔

" کن لوگوں کے ساتھ "؟۔

"منصور اور صفیہ کے ساتھ "۔

"منصور نہیں۔۔۔۔۔۔۔ تیمور۔۔۔۔۔ تمہاری یاداشت کمزور معلوم ہوتی ہے "؟۔

"اچھا ۔۔۔۔ کیا فرق ہے۔۔۔۔۔۔۔ منصور اور تیمور میں "؟۔

" کوئی فرق ہی نہیں ہے "۔

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ "؟

"اچھا خاموش رہو۔ دماغ چاٹ ڈالتے ہو۔۔۔۔۔۔ "

پتہ نہیں کیوں۔۔۔۔۔ اس آدمی تیمور کو دیکھ کر مجھے غصہ آنے لگتا ہے "؟۔

"بھلا غصہ کیوں آنے لگتا ہے "؟۔ فریدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا ہے "۔

" کہیں اس سے الجھ نہ بیٹھنا۔۔۔۔۔ توڑ موڑ کر رکھ دے گا۔ کسی ارنے بھینسے کی طرح طاقت ور ہے "۔

"شاید اسی لیے غصہ آتا ہے کہ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح عقل سے بھی محروم ہے "۔

"تم نے کیوں کہی یہ بات "؟۔

"یہ کیسا دوست ہے آخر کہ ایک بار بھی اس نے آپ کی خیریت نہیں دریافت کی۔۔۔۔۔۔۔ "؟

فریدہ کا سارا جسم جھنجھلا اٹھا۔ ہونٹ ہلے جواب میں کچھ بھی زبان سے نہ نکل سکا۔ اس نے سوچا کیا اس اجنبی کو سب کچھ بتا دیا ہے؟۔ لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟۔ اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔۔۔۔۔؟

بالآخر وہ کھنکار کر بولی۔ "ہر طرح کے دوست ہوتے ہیں دنیا میں۔۔۔۔۔ "

"ہوتے ہوں گے۔ لیکن اس طرح کا دوست میری سمجھ میں تو نہیں آتا "؟۔

" کس طرح کا دوست "؟۔

"یہ بھی آپ ہی بتائیے۔۔۔۔۔کوئی میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے"۔

فریدہ خاموش ہوگئی۔ پھر زبردستی کی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "تو اس طرح بے تکی باتوں میں رات گزاریں گے"۔

"میرا دل نہیں لگ رہا۔۔۔۔۔۔" عمران بڑبڑایا۔

" کیوں"؟۔

" مچھر نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔یہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے بڑی بیزاری سے کہا۔

"یعنی کہ مچھروں کے نہ ہونے کی وجہ سے تمہارا دل نہیں لگ رہا"؟۔

"بالکل۔۔۔۔۔۔۔کتنا اچھا ستار بجاتے ہیں۔۔۔۔۔رات کی تنہائیوں میں دل بہلتا ہے اس سے"۔

" کیا تمہارے ساتھ کوئی نہیں رہتا"؟۔

"جی نہیں۔۔۔۔میں شاہ دارا میں تنہا رہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

"اور گھر کے دوسرے لوگ۔۔۔۔۔"؟

"وہ سب دارالحکومت میں رہتے ہیں۔۔۔۔مسٹر ایف رحمان کیساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بڑی بیزاری سے اپنے باپ کا تذکرہ کرتے ہو۔۔۔۔۔۔"؟

"اس سے بھی زیادہ بیزاری سے وہ میرا تذکرہ کرتے ہوں گے"۔

" کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"انہیں شاید معلوم بھی نہ ہو کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر گیا"۔

"عجیب عجیب باتیں معلوم ہو رہی ہے۔ تم اپنے گھر والوں کے ساتھ کیوں نہیں رہتے"؟۔

شرم آتی ہے۔

" کیوں شرم آتی ہے"؟۔

"اب اتنا لمبا چوڑا ہو جانے کے بعد بھی انہیں والد صاحب کہوں۔۔۔۔ممی کہوں۔۔۔۔۔"؟

"شاید تم کریک ہو"؟۔

"یہی ہے فساد کی جڑ۔۔۔۔۔وہ مجھے کریک سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔آپ بھی یہی سمجھتی ہیں۔۔۔۔لہذا میں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ "وہ اٹھتا ہوا بولا۔

" کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟ فریدہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بس اب نہیں ٹک سکتا یہاں۔۔۔۔۔نوکری جائے چولہے میں۔۔۔۔۔"

"میں تمہیں اتنا سیدھا بھی نہیں سمجھتی کہ مذاق اور سنجیدگی میں فرق نہ کر سکو"۔

"بالکل سمجھئے۔ بعض اوقات میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں خود کو کیا سمجھوں۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"یہ اچھی بات تو نہ ہوئی۔۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ یا تو آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے۔۔۔۔ یا میں جا رہا ہوں اپنا ہولڈال اور اٹیچی بھی لے جاؤں گا"۔

"اتنی بے مروتی"؟۔

"بس میں کچھ اسی قسم کا آدمی ہوں"۔

"اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں"۔

"مجھے قطعی افسوس نہیں ہے اپنے رویے پر۔۔۔۔۔۔جب آپ تیمور جیسے دوستوں کو برداشت کر لیتی ہیں تو پھر میں تو کسی قدر شریف آدمی ہوں"۔

"سچ بتاؤں۔۔۔۔میں ابھی تک تمہیں سمجھ نہیں پائی۔ میرے دوستوں، احبابوں میں بھی کوئی تم سا نہیں ہے"۔

"اسی لیے بعض لوگ مجھے دریتیم بھی کہتے ہیں۔۔۔۔ "عمران خوش ہو کر بولا۔

فریدہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس قسم کے آدمیوں میں شمار کرے"۔

"اب میں آپ کے دوست تیمور کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں"۔ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"تت۔۔۔۔ تیمور، آخر وہ کیوں اس طرح تمہارے ذہن پر سوار ہو گیا ہے"؟۔

"مجھے بھی معلوم نہیں۔۔۔۔ لیکن وہ جب بھی میری طرف دیکھتا ہے۔ مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہا ہو"۔ عمران نے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "اور صفیہ۔۔۔۔۔ صفیہ تو بالکل بے وقوف لگتی ہے"۔

فریدہ فوراہی کچھ نہ بولی۔ ویسے وہ سوچ رہی تھی کہ اسے ان دونوں کے بارے میں کیا بتائے۔۔۔۔ کیسے بتائے۔۔۔۔۔؟

اب وہ پھر پچھتاوے میں پڑ گئی تھی۔ آخر ضرورت ہی کیا تھی ان دونوں کا تعاقب کرنیکی۔

لیکن اس بے چینی کو کیا کرتی جس نے راتوں کو نیند حرام کر دی تھی۔ دن کا سکون غارت کر دیا تھا۔

"مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔۔۔"؟ اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اب میں اسی سے معلوم کر لوں گا"۔

" کیا مطلب"؟۔

اسی سے پوچھوں گا کہ تم کیسے دوست ہو"؟۔

"میں سختی سے اس کی مخالفت کروں گی۔ تم ایسا نہیں کر سکتے"۔

"آخر کیوں"؟۔

"بس یونہی۔۔۔ میں اسے پسند نہیں کرتی"۔

"آپ کون ہیں۔۔۔۔۔"؟ عمران لڑاکا بوڑھیوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔

"جان نہ پہچان بڑی خالہ سلان۔۔۔۔ میں سلان ہی کہتا ہوں۔۔۔۔ سلام اور پہچان ہم قافیہ نہیں ہیں۔۔۔۔"

"اچھا تو ردیف اور قافیہ میں بھی دخل رکھتے ہو۔۔۔۔۔۔۔"؟۔ فریدہ ہنس پڑی۔

" کیوں نہ رکھوں"؟۔

"ارے تمہارا موڈ کیوں خراب ہو گیا"؟۔

"بس میں آپ کے توسط سے نوکری نہیں کروں گا۔ ورنہ میری آئندہ سات نسلوں تک یہ خبر پہنچ جائے گی کہ آپ کے توسط سے ملازم ہوا تھا۔ اور میرے بچوں کی نظریں آپ کے بچوں کے آگے نیچی ہوں گی۔ خاص طور سے برخوردار ولی جبران تو اسے کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکے گا"۔

"یہ ولی جبران صاحب کون ہیں"؟۔

"میرا لڑکا"۔ عمران شرما کر بولا۔ "میں اپنے پہلے لڑکے کا نام ولی جبران رکھوں گا"۔

"ابھی سے نام بھی طے ہو گیا"؟۔

"بس سوچتا رہتا ہوں"۔ عمران نے پہلے سے بھی زیادہ شرما کر کہا اور پھر یک بیک سنبھل کر بولا۔ "یہ میں کہاں کی اڑانے لگا۔ ہاں تو یہ تیمور"؟۔

"جہنم میں گیا تیمور۔۔۔۔۔ بس تم ایسی ہی بھولی بھالی باتیں کرو۔ رات کٹ جائے گی"۔

"ارے اس کی وہ نظریں سخت توہین آمیز تھیں۔ میرے سینے میں بھٹی دہک رہی ہے"۔

"تو محض نظروں کی وجہ سے تم جھگڑا مول لو گے"؟۔

" کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی کئی بار محض نظروں ہی کی وجہ سے جھگڑا کر چکا ہوں"۔

" کیا ہوا تھا۔۔۔ کوئی واقعہ مجھے بھی سناو"؟۔

"بس کسی کی آنکھ کچھ کہہ دے۔۔۔ پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔"

"آخر کیا کہتی ہیں آنکھیں۔۔۔۔۔۔"؟

"ایک بار کسی کو میں نے کوئی مشورہ دیا تھا۔ دفعتاً قریب ہی پائی جانے والی دو آنکھوں سے آواز آئی آپ چغد ہیں۔۔۔ بس ٹھیک پیشانی ہی پر میرا گھونسہ پڑا تھا"۔

"آنکھوں سے آواز آئی تھی"؟۔

"ہاں۔۔۔۔۔ صرف میں ہی سن سکتا ہوں ایسی آوازیں میرا دعوی ہے"۔

"اپنی باتیں تم خود ہی سمجھو۔۔۔۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتیں"؟۔

"سمجھنے کی کوشش کیجئے، پچھلے سال ایک لڑکی کی آنکھوں سے آواز آئی تھی۔۔۔۔۔ مجھے تم سے وہ ہے"۔

"یہ "وہ" کیا ہے"؟۔

"ارے وہی"۔

"کیا وہی"؟۔

عمران نے دانتوں میں انگلی دبا کر آہستہ سے کہا۔ "محبت" اور فریدہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اور پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی آنکھوں سے آواز آنے لگی۔۔۔ تم بدھو ہو۔ بالکل بدھو۔۔۔" عمران بولا۔

"تب تو تم نے اس کے بھی گھونسہ رسید کیا ہوگا"؟۔ فریدہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئی بولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ میں ایسا نہیں کر سکا۔۔۔۔ لڑکیوں پر ہاتھ نہیں اٹھتا۔۔۔۔"

"لڑکیوں کے ساتھ یہ رعایت کیوں ہے"؟۔

"کچھ بے چاریاں مجھ سے بھی زیادہ ناقص العقل ہوتی ہیں"۔

"فرض کرو۔۔۔۔ کبھی کسی پر ہاتھ اٹھ ہی جائے تو"؟۔

"مجبوری ہے"۔

"پھر بعد کو تمہارا دل نہیں دکھے گا"؟۔

"میں تیمور کی بات کر رہا ہوں"؟۔

"اوہ۔۔۔ ختم کرو۔۔۔۔۔۔۔ یہ قصہ۔۔۔۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے"۔ فریدہ بولی۔

"میں تین دن سے بھوکا ہوں"۔

فریدہ جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ چوکیدار دروازے کے قریب کھنکارا۔

" کیا بات ہے۔۔۔"؟ فریدہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"آپ لوگ یہیں کھانا کھائیں گے یا سب کے ساتھ "؟۔

"یہیں"۔ فریدہ نے کہا۔ "اور دیکھو جلدی کرو"۔

"بہت اچھا بیگم صاحب۔ ابھی دس منٹ میں آیا"۔

اور پھر وہ ٹھیک دس ہی منٹ بعد دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔ ہاتھ میں کھانے کی سینی تھی۔ اور ایک دیسی کتے کا پلا بھی اس کے ساتھ ہی کمرے میں گھس آیا تھا۔۔۔۔

وہ سینی رکھ کر چلا گیا۔۔۔ لیکن کتے کا پلا وہی جم گیا تھا۔

تام چینی کی پلیٹ میں چکن کڑی تھی۔۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ کئی عدد موٹی موٹی روٹیاں۔۔۔

"اسے بھگاو"۔ فریدہ نے کتے کے پلے کی طرف اشارہ کیا اور عمران نے پلیٹ سے ایک بوٹی نکال کر پتھر کی طرح اسے کھینچ ماری ہلکی سی "چیاوں "کے ساتھ وہ پیچھے ہٹا اور پھر بوٹی پر ٹوٹ پڑا۔

"یہی طریقہ تھا"۔ فریدہ عمران پر الٹ پڑی۔

"میرے بس سے باہر ہے کہ اس وقت باہر پتھر ڈھونڈنے جاوں۔۔۔۔ دیکھتی رہئیے۔۔۔۔۔ بوٹیاں مار مار کر اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا یہ مردود یہاں سے نہ گیا تو۔۔۔۔"

دفعتاً کتے کے پلے کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ فرش پر تڑپنے لگا۔۔۔۔

فریدہ بوکھلا کر کرسی سے اٹھ گئی۔ کتے کا پلا جتنی تیزی سے تڑپا تھا اتنی ہی تیزی سے ساکت بھی ہو گیا۔

"خبردار، کھانے کو ہاتھ نہ لگایئے گا"۔ عمران نے کہا اور جھپٹ کر دروازہ بند کرتے ہوئے چٹخنی چڑھا دی۔

پھر لالٹین اٹھا کر کتے کے پلے کے قریب آیا۔ وہ مر چکا تھا۔

اور کچلی ہوئی بوٹی بھی اس کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔

فریدہ کے پیر کانپ رہے تھے۔۔۔ سر چکرا رہا تھا۔۔۔ عمران نے لالٹین اونچی کر کے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بیٹھ جائیے"۔

"لل۔۔ لیکن۔۔۔ یہ کیا۔۔۔"؟

"اس بوٹی کو غریب نگل بھی نہیں سکا تھا کہ جان نکل گئی"۔ عمران نے لالٹین نیچی کر کے کتے کے پلے کے قریب لاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھ گئی۔۔۔۔

"اب روکھی ہی روٹیاں زہر مار کرنی پڑیں گی"۔ عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ میرے خدا۔۔۔ "فریدہ کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

"ارے تو ایک وقت روکھی پھیکی پر گزارہ کر لینے میں کون سی آفت آ جائے گی"؟۔ عمران نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ اس کی بات کر رہی ہوں"۔ وہ مردہ پلے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"یہ کل صبح ناشتے میں کام آئے گا۔ امریکہ میں اس کے کباب بڑے ذوق وشوق سے کھائے جاتے ہیں"۔

عمران نے روٹی توڑ کر منہ میں رکھنا ہی چاہا کہ فریدہ نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

" کیا کر رہے ہو"؟۔

"خدا کے لیے پریشان نہ کرو۔۔ مت کھاو"۔

"روکھی سوکھی کھانے والے کتے کی موت نہیں مرتے۔۔۔۔ یہ سعادت تو مرغ خوروں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ آپ بھی کھائیے۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں کھانے نہیں دوں گی۔۔۔ "وہ دانت پیس کر بولی اور نوالہ اس کے

ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔

"اے اللہ۔۔۔۔۔اس نازک موقع پر میں ایک دعا مانگتا ہوں"۔عمران گڑگڑایا۔ "پلیز اللہ میاں ۔۔۔۔نوٹ اٹ ڈاون ۔۔۔۔کہ آئندہ اب کسی خاتون سے میری ملاقات نہ ہونے پائے۔۔۔۔ ۔۔۔۔"

"تو گویا تم دانستہ مرنا چاہتے ہو"؟۔

"میں کہتا ہوں۔ جو کچھ بھی ہے صرف مرغ میں ہے۔ روٹیوں میں ہرگز نہ ہوگا"۔

وہ بہت نیچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔

فریدہ خوفزدہ سی نظروں سے عمران کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "اگر اس وقت یہ کتا یہاں نہ آتا تو کیا ہوتا"؟۔

"جو کچھ بھی ہوتا آپ کو ہوتا۔۔۔۔کیونکہ مجھے تو روکھی روٹیاں ہی کھانی تھیں"۔

"آخر کیوں"؟۔

"میں نے آپ کے لیے بھی تیمور کی آنکھوں سے کچھ ایسی ہی آواز سنی تھی"۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔"؟ وہ اچھل پڑی۔

"چوکیدار کو ہم سے کیا سروکار۔۔۔۔۔بھلا وہ زہر کیوں ملانے لگا۔۔۔۔۔لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ کھانا جو صرف ہمارے لیے لایا جا رہا تھا اس میں کسی نے زہر ملا دیا ہو۔ "خیر۔۔۔خیر۔۔۔۔یہ دیکھئے"۔

عمران نے دوسرا نوالہ توڑا اور منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ پھر اسے حلق سے بھی اتار گیا۔۔۔۔۔۔اس کے بعد دوسرا توڑا۔۔۔۔اسی طرح پوری روٹی صاف کر گیا۔

فریدہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہی۔ اسے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ پیروں کی جان کچھ کھائے بغیر ہی نکل گئی ہو۔

"اور یہ صراحی بھی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے"۔عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"میں کہتی ہوں۔ تمہیں خوف نہیں معلوم ہوتا"؟۔

"روکھی سوکھی کھانے والے کسی سے بھی نہیں ڈرتے"۔

"اچھی بات ہے تو پھر اب تم کیا کرو گے"؟۔

"صبر کے علاوہ اور کیا چارہ ہے۔۔۔ آپ بھی صبر کیجئے۔۔۔ ویسے اگر آپ مر جاتیں تو مجھے بے حد افسوس ہوتا"۔ عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"افسوس ہوتا تمہیں۔۔۔ بھلا کیوں"؟۔

"نوکری کا معاملہ ایک بار پھر کھٹائی میں پڑ جاتا"۔

"بس۔۔۔ "وہ جھنجھلا گئی۔

"ارے تو یہ اتنی ذرا سی بات ہے۔ چھ ماہ سے بیکار ہوں۔۔۔۔"؟

"اگر اس وقت مر ہی گئے ہوتے تو"؟۔

"مسٹر ایف رحمان کو اس کی اطلاع بھی نہ ملتی"۔

"تم آخر ہو کیا بلا"؟۔

عمران کچھ نہ بولا۔۔۔ خاموشی سے کھاتا رہا۔ پھر اٹھتا ہوا بولا۔ اب میں پانی پینے جا رہا ہوں۔ اگر تیمور کی صراحی سے پی آوں تو کیسی رہے گی۔۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔۔ تم وہاں ہرگز نہیں جاو گے۔۔۔۔۔۔ میں لاتی ہوں تمہارے لیے پانی"۔

فریدہ کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آئی جہاں سیڈان والے چاروں مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔۔۔۔ وہ

اسے دیکھ کر کرسیوں سے اٹھ گئے۔۔۔ وہ بھی کھانا ہی کھا رہے تھے۔

"میں تھوڑی سی تکلیف دینے آئی ہوں۔ آپ لوگ تشریف رکھئے۔ پانی چاہئے میں لے لوں گی۔۔۔۔ اس کمرے کی صراحی خالی پڑی ہے"۔

"ضرور۔۔۔۔۔۔۔۔ضرور۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

فریدہ نے گلاس میں پانی انڈیلا اور یہ کہتی ہوئی کہ ابھی گلاس واپس کر جائے گی اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

عمران تنہا نہیں تھا۔

اس کے قریب ہی چوکیدار ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے کھانا رکھ گیا تھا۔۔۔۔

"دیکھو۔۔۔ "عمران اس سے کہہ رہا تھا۔ "ہم یہ سالن نہیں کھا سکتے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اسے دوسری پلیٹ سے ڈھانک کر لاتے۔۔۔۔۔"

"غلطی ہوگئی جناب۔۔۔۔لیکن کیا کریں ہمارے پاس برتن کم ہیں۔۔۔۔۔"

"ہوں ہوں۔۔۔۔ "عمران سر ہلا کر بولا۔ "رات کو سینکڑوں خبیث روحیں اڑتی پھرتی ہیں۔ کھانے کو ہمیشہ دوسرے برتن سے ڈھانک کر کھلے آسمان کے نیچے لانا چاہئے ورنہ خبیث روحیں اسے چکھ لیتی ہیں۔۔۔۔پھر اسے کھاؤ تو جن آجاتے ہیں سر پر ۔۔۔۔۔۔

فریدہ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن مردہ کتے کا پلا کہیں نظر نہ آیا۔۔۔۔اس نے آگے بڑھ کر پانی کا گلاس عمران کو تھما دیا۔

"شکریہ۔۔۔۔ "عمران گلاس لے کر کسی تھکے ہوئے بیل کی طرح سارا پانی پی گیا۔

وہ چاروں کھانا کھا رہے تھے گلاس واپس کرنا ضروری تھا۔ ورنہ وہ اس وقت وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتی تھی۔ پتہ نہیں۔ وہ کس احمقانہ انداز میں چوکیدار سے گفتگو کرے۔

بہرحال اسے جلدی جلدی گلاس واپس کر کے پھر پلٹ آنا پڑا۔۔۔۔اب عمران کہہ رہا تھا۔۔۔کبھی کبھی یہ خبیث روحیں بالکل آدمی کی شکل میں سامنے آجاتی ہیں اور اس طرح سالن کو چکھتی ہیں کہ کم از کم تم جیسے شریف آدمی کو پتہ نہیں چل سکتا۔۔۔۔"

"کیسے چکھتی ہیں صاحب۔۔۔۔۔۔"؟ چوکیدار نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بس یہ سمجھ لو کہ تم کھانا لیے مگن مگن چلے جا رہے ہو۔۔۔۔۔ وہ کسی آدمی ہی کے انداز میں تم سے ٹکرائیں گی اور "معاف کیجئے گا" کہہ کر آگے بڑھ جائیں گی۔ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا کہ ٹکراتے وقت انہوں نے سالن چکھ لیا تھا"۔

چوکیدار ایسے انداز میں سر کھجانے لگا جیسے ویسی ہی سچویشن اس کے ذہن میں بھی موجود ہو۔۔۔۔

"یاد کر کے بتاؤ۔۔۔۔ کہیں ایسا کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا"؟۔ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہی ہوا تھا صاحب۔ وہ صاحب مجھ سے ٹکرائے تھے۔۔۔۔ وہ جو دوسری بیگم صاحب کے ساتھ ہیں۔ اپنے کمرے سے نکل رہے تھے۔ میں ادھر سے آ رہا تھا۔۔۔۔۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔۔۔۔ اب اسے یہیں رکھا رہنے دو۔ ہم خبیث روحوں کا اثر زائل کرنے کی تدبیریں کریں گے اور پھر کھالیں گے۔۔۔ بس جاؤ۔۔۔۔"

وہ سلام کر کے چلا گیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو"؟۔ فریدہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"میرا خیال ہے کہ خبیث روح تیمور کی شکل میں اس سے ٹکرائی تھی"۔

"آہستہ بولو"۔ فریدہ نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا دعوی ہے کہ خبیث روحیں ہمیشہ جانی پہچانی شکلوں ہی کے روپ میں ٹکراتی ہیں۔۔۔۔ اگر ایسا نہ کریں تو ان کی پٹائی ہو جائے۔۔۔۔۔"

"وہ کتا کہاں ہے"؟۔

"ہولڈال کے پیچھے۔۔۔۔ میں نے سوچا کہیں مینڈک کے بعد کتے کا قصہ نہ چل نکلے۔۔۔۔ اس لیے اسے چھپا دیا تھا۔۔۔۔ ٹھیک کیا تھا نا"؟۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلا میں گھورے جا رہی تھی۔

"آپ نے تو چکھا بھی نہیں تھا۔ پھر آپ کو کیا ہو گیا"؟۔ عمران نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں تو کیا مجھ پر جن آ گیا ہے"؟۔ وہ چونک کر بولی اور کھسیانی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی ۔۔۔۔

"مم ۔۔۔۔ میں ۔۔۔ یہی سمجھا تھا ۔۔۔ آج کی رات بڑی ڈراونی ہے"۔

"سچ بتاو ۔۔۔ اس واقعہ سے تم کیا سمجھے ہو"؟۔

"عقل حیران ہے کہ کچھ سمجھوں بھی یا ٹال جاوں ۔۔۔۔۔۔"؟ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "خبیث روح تیمور کی شکل میں چوکیدار سے ٹکرائی تھی۔ اور آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں تیمور کے بارے میں کچھ بھی نہ سوچوں ۔۔۔۔۔"

"تم آخر سوچو گے کیا ۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بارے میں ۔۔۔۔۔۔۔"؟

"بہتیری باتیں سوچیں جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ اس لڑکی صفیہ کی موجودگی میں آپ کا سامنا کرنا پسند نہیں کرتا ہو ۔۔۔۔۔۔"

"بھلا وہ کس بنا پر ایسا چاہے گا"؟۔

"وہ جو ہوتی ہے ۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے ۔۔۔ "عمران خاموش ہو کر متفکرانہ انداز میں اپنا بایاں گال کھجانے لگا۔ پھر بولا۔

"میں فی الحال یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بستر بچھا کر لیٹ جائیے اور سونے کی کوشش کیجئے"۔

"نیند نہیں آئے گی"۔

"آپ کوشش تو کیجئے"۔ عمران نے کہا اور اٹھ کر ہولڈال کو کمرے کے وسط میں گھسیٹ لایا۔

"تم خواہ مخواہ زحمت نہ کرو ۔۔۔۔۔۔۔ میں بیٹھی رہوں گی"۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور پھر اپنی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ فریدہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اس نے اسے بالکل ہی گاودی سمجھا تھا۔ لیکن ۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ تو معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

یہ معاملات۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تیمور اس حد تک گر جائے گا۔ احسان فراموش ۔۔۔۔۔۔۔ کمینہ۔۔۔۔ اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔۔۔۔۔ کنپٹیوں میں دوران خون ٹھوکریں مارتا رہا۔

کچھ دیر بعد یہ بھی بھول گئی کہ وہ کمرے میں تنہا نہیں ہے۔۔۔۔

"لیکن آپ تو ہالی ڈے کیمپ جا رہی ہیں"؟۔ کچھ دیر بعد عمران کی آواز سن کر چونک پڑی۔

" کیا کہا تم نے"؟۔

"میں نے کہا آپ تو ہالی ڈے کیمپ جا رہی ہیں۔۔۔۔ پھر نوکری کا کیا ہوگا"؟۔

" تمہیں نوکری کی پڑی ہے"؟۔ وہ جھنجھلا گئی۔

"یعنی کہ۔۔۔۔ تت۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"مرے کیوں جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔"؟

"یعنی کہ چھ ماہ سے بیکار رہوں اور مروں بھی نہیں"؟۔

" تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ تمہیں نوکری مل گئی ہے"؟۔ فریدہ نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

" ملے بغیر کیسے یقین کرلوں"؟۔

الیکٹرک انجینئر ی کے بجائے تمہیں میرے سیکرٹری کے فرائض انجام دینے پڑیں گے۔۔۔۔ سات سو روپے ماہانہ معاوضہ۔۔۔۔۔ رہائش کا انتظام بھی میرے ہی ذمے ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ کھانا میرے ساتھ۔۔۔۔۔"

"ارے جائیے۔۔۔۔ کسی اور کو الو بنائیے گا۔۔۔۔ آپ نوکری دیں گی۔۔۔۔۔ یعنی کہ آپ ۔۔۔۔۔۔"؟

"تم کیا سمجھے ہو۔۔۔۔۔"؟ فریدہ تیز لہجے میں بولی اور اٹھ کر اپنا وینٹی بیگ کھولتی ہوئی غرائی۔۔۔۔ " دیکھو۔ میں تمہیں ملازمت دے سکتی ہوں یا نہیں۔ یہ رہا میرا کارڈ"۔ عمران نے کارڈ لے کر تحریر پر نظر

ڈالی۔

"فریدہ مہناس

منیجنگ ڈائریکٹر۔

ذیشان ٹکسٹائل ملز۔۔۔۔ شکوہ آباد"

عمران کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے جھک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آداب بجالاتا ہوں جناب۔۔۔۔۔ محترمہ۔۔۔۔۔۔ بیگم صاحبہ۔۔۔۔۔ "بار بار دہرانا شروع کر دیا۔

"بس بس۔۔۔۔ ختم کرو"۔ فریدہ ہاتھ اٹھا کر ہنستی ہوئی بولی۔

اور عمران اس طرح "اٹین شین "ہو گیا جیسے کوئی رنگروٹ کسی میجر کی پیشی میں ہو۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں یہ بات قبل از وقت معلوم ہو سکے۔۔۔۔۔ اب تمہارے دوستانہ رویے میں فرق آ جائے گا۔۔۔"

"جناب عالی۔۔۔۔ میں سیکرٹری کے افرائض انجام دے سکوں گا۔۔۔۔ اچھا خاصا اسٹینوگرافر اور ٹائپ رائٹر بھی ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

"لیکن انگریزی کمزور ہے ٹائپ رائٹر۔۔۔۔ نہیں ٹائپسٹ"۔

"وہ تو لیڈی ہوتی ہے"۔

"بہت خوب۔۔۔۔ کہیں تم مجھے الو تو نہیں بنا رہے"؟۔

"جی دراصل مجھے خود کو ٹائپسٹ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔۔ پتہ نہیں کیوں"؟۔

"فضول باتیں نہ کرو۔۔۔۔ تم اب تک اپنے بارے میں سب کچھ جھوٹ کہتے رہے ہو۔ میں بیوقوف تھی۔ لیکن تم اول درجہ کے چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو"۔

"مم۔۔۔۔ میری بات بھی سنیئے"؟۔

"نہیں سنتی"۔ وہ دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"امتحان کر لیجئے"؟۔

"میں نہیں بولتی"۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہاں اب خاموشی ہی رہے تاکہ وہ ہم دونوں کو مردہ سمجھ کر۔۔۔"

"خاموش رہو"۔

"جی بہت بہتر۔۔۔"

عمران نے ہولڈال کھول کر بستر بچھا دیا۔ اور خود اپنے لیے ایک چادر اور ایک تکیہ نکال کر کمرے کے دوسرے سرے پر چلا گیا۔۔۔ چادر فرش پر بچھائی تکیہ رکھ کر لیٹتے ہوئے کراہا۔ "اللہ تو کریم ہے"۔ فریدہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر شاید تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اسے آواز دی تھی۔ "لیکن جواب نہیں ملا تھا"۔

اسے وقت کا اندازہ نہیں کہ نیند کب غشی کی طرح اس کے ذہن پر طاری ہوئی تھی۔۔۔ عمران کا بچھایا ہوا بستر یونہی پڑا رہا تھا اور وہ کرسی پر ہی سو گئی تھی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو کوئی بری طرح دروازہ پیٹ رہا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی عمران سامنے ہی کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔

" کون ہے"؟۔ اس نے عمران سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔"

"تو تم منہ بیٹھے کیا دیکھ رہے ہو۔ اٹھ کر دیکھا کیوں نہیں"؟۔

"میں نے کہا آپ ہی جاگ کر حکم دیں تو بہتر ہے"۔ عمران نے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

باہر چوکیدار ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔

"صبح کا سلام قبول فرمائیے جناب"۔ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔ اور چوکیدار نے دانت نکال دیئے۔ پھر جلدی جلدی بولنے لگا۔ "سلام صاحب، سب لوگ چلے گئے۔ میں نے کہا آپ بھی ناشتہ کر لیں۔ چائے اور روغنی ٹکیاں سرکار۔ اس سے زیادہ اور کوئی خدمت نہیں کر سکتا"۔

فریدہ نے ناشتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ رات بھی اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ وہ تھوڑی دیر دوسرے مسافروں کے بارے میں چوکیدار سے پوچھتی رہی اور پھر اسے دس دس کے تین نوٹ دیتی ہوئی بولی۔

"اب ہم بھی جائیں گے"۔

"بیگم صاحب کچھ تو کھا پی لیا ہوتا"؟۔

"نہیں۔۔۔۔ ٹھیک ہے"۔ وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

اس نے عمران اہولڈال اور اٹیچی ٹوسیٹر میں رکھوا دیئے۔ اور اس سے بولی۔ "وہ دونوں شکوہ آباد ہی واپس گئے ہیں۔ اب ہم بھی ہالی ڈے کیمپ نہیں جائیں گے"۔

"جو حکم۔۔۔۔"

پھر دونوں اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ گئے تھے۔۔۔۔ ان کا رخ شکوہ آباد کی طرف تھا۔ فریدہ سوچ رہی تھی کیا سچ مچ تیمور یہی سمجھ کر شکوہ آباد واپس گیا ہے کہ وہ دونوں مر چکے ہوں گے۔ وہ تیمور کے مجرمانہ رجحانات سے بھی بخوبی واقف تھی۔ لیکن وہ اس حد تک بڑھ جائے گا۔ میں نے کبھی بھولے میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔۔۔

فریدہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔۔۔۔۔ اور پھر تو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی دریا کا بند ٹوٹ گیا ہو۔۔۔۔

اس نے گاڑی کی رفتار کم کر کے سڑک کے کنارے روک دیا کیونکہ ہچکیوں اور سسکیوں کا طوفان اس کے روکے نہیں رک سکا تھا۔ اسٹیرنگ وہیل پر سر اوندھائے ہوئے بلک بلک کر رو رہی تھی۔

عمران نے بھی قریب ہی ٹوسیٹر روکی اور اتر کر پاس آ کھڑا ہوا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔۔۔۔۔

وہ سر اٹھائے بغیر یکساں رفتار سے بلکتی رہی۔۔۔۔ تقریبا دس منٹ تک یہی کیفیت رہی پھر اس نے سر

اٹھایا۔ ۔۔اور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "یہاں آ ومیرے پاس بیٹھو۔ ۔۔اب میری قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گی۔ ۔۔میں نہیں جانتی تم کون ہو۔ ۔۔لیکن۔ ۔۔ لیکن تم پر اعتماد کر لینے کو جی چاہتا ہے۔ ۔۔۔۔"

عمران نے چپ چاپ کار کا دروازہ کھولا اور اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"سنو"۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی رہی۔ "تیمور کو میں نے تیمور بنایا ہے۔ ورنہ وہ۔ ۔۔وہ ۔۔۔۔خیر۔ ۔۔میں اور کچھ نہ کہوں گی۔ ۔۔میں اتنا نہیں گر سکتی کہ اسے برے لفظوں میں یاد کروں"۔

"انسانیت کے معنی یہی ہیں"۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

"صفیہ میری چھوٹی بہن ہے"۔

"اوہو۔ ۔۔۔ "عمران حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"چھوٹی بہن۔ جس کی ہر ضد میں نے ہمیشہ پوری کی ہے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ہم دونوں کے درمیان کاروبار کا بٹوارا نہیں ہوا تھا۔ سارا کام یکجا طور پر چل رہا تھا۔ ۔ہم دونوں بہنیں تنہا تھیں ۔۔۔آفس میں ہمارا ایک دور کا عزیز کلرک کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ ۔۔میں نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی رہا کرے۔ عجیب اتفاق تھا۔ وہ بھی اپنے خاندان کا فرد واحد تھا ۔۔۔۔والدین فوت ہو چکے تھے۔ ۔۔کوئی بھائی بہن نہیں تھے۔ والد صاحب نے از راہ اعزہ پروری اسے اپنے یہاں ملازمت دی تھی۔ ورنہ نان میٹرک لوگوں کو کون پوچھتا ہے آج کل۔ ۔۔ بہر حال۔ ۔۔۔۔وہ ہمارے ساتھ رہنے لگا۔ میں نے کچھ

دنوں بعد محسوس کیا کہ ذہین اور باصلاحیت آدمی ہے۔ لہذا میں اس کی زندگی کوئی راہ پر لگانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ بھی بڑی تیزی سے وہ سارے اثرات قبول کرتا رہا جو میں اس کے ذہن پر مرتسم کرنا چاہتی تھی۔ صرف چھ ماہ میں آدمی بن گیا۔ اب اس کی حیثیت میری سیکرٹری کی سی تھی۔ ۔۔اور ڈیڑھ

سو روپے پانے والا کلرک اب ساڑھے آٹھ سو روپے ماہانہ کما رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں اب ہر وقت اسی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ اور اس کے رویے میں بھی مجھے ایسی ہی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ سیکرٹری اور دوست سے بڑھ کر کوئی اور حیثیت ہو گئی تھی اس کی۔ پھر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے اس سے شادی کر لینی چاہئے لیکن خود اپنی زبان سے کیسے کہتی۔ ایک بے تکلف دوست کی حیثیت سے وہ مجھ سے کھل کر گفتگو کرنے کا عادی بن چکا تھا۔ اور میرے اپنے لیے میرے جذبات و احساسات کو بھی بخوبی سمجھتا تھا۔ لہذا اسے ہی پہل کرنی چاہیئے تھی"۔

فریدہ خاموش ہو گئی اور عمران متفکرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے خاموش بیٹھا رہا۔۔۔

"تم ہی بتاو۔۔۔۔"؟ فریدہ کچھ دیر بعد بولی۔ "اسے پہل کرنے چاہیئے تھی نا"؟۔

"میں نے بھی یہی سنا ہے"۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ "شادی کی درخواست مرد ہی کرتے ہیں"۔

"دفعتا میں نے محسوس کیا کہ وہ صفیہ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ دونوں کو چھپ چھپ کر ملتے بھی دیکھا۔ ہم اس عمارت میں رہتے تھے ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، گفتگو کرتے تھے۔۔۔ پھر چوری چھپے ملنے کا مقصد کیا ہو سکتا تھا جبکہ صفیہ کو بھی علم تھا کہ میں تیمور سے کس قسم کا لگاو رکھتی ہوں پھر اچانک ایک دن صفیہ نے اعلان کیا کہ وہ بٹوارہ چاہتی ہے۔۔۔۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کسی بھی مصلحت پر آمادہ نہ ہوئی۔ میں ہمیشہ سے اس کی ضدیں پوری کرتی آئی تھی۔ لہذا مجھے ہی جھکنا پڑا۔۔۔۔ ہم میں علیحدگی ہو گئی۔ ذیشان ٹکسٹائل ملز اور رہائشی کوٹھی میرے حصے میں آئی اور ایک جننگ فکٹری تین بنگلوں سمیت اس کے حصے میں۔ اسی طرح مختلف قسم کی جائیدادوں کا بٹوارا ہو گیا۔۔۔۔ سب کچھ ہوا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ تیمور مجھے چھوڑ جائے گا۔ جب اس نے مجھے اپنا فیصلہ سنایا تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھے تین دن تک ہوش نہیں آیا تھا۔۔۔۔ وہ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔۔۔ ملازمین میری خبر گیری کرتی رہی تھیں۔۔۔۔ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔۔۔۔ کچھ دنوں بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ اب کسی مرد کی شکل تک نہ دیکھوں گی

۔۔۔لیکن اس کے باوجود بھی میں تیمور کے لیے بے چین رہا کرتی تھی۔ اور کل اسی بے چینی نے مجھے ان کا تعاقب کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔۔ تم خود سوچو کیا یہ ایک طرح کی دیوانگی نہیں تھی۔۔۔۔ وہ مجھ سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔۔۔ چونکہ میں نے ان کی ڈگی میں ہولڈال رکھا ہوا دیکھا تھا اس لیے خیال پیدا ہوا کہ وہ ضرور ہالی ڈے کیمپ ہی جائیں گے۔۔۔ لیکن ڈاک بنگلے تک پہنچنے سے قبل راہ میں کہیں بھی ان کی گاڑی دکھائی نہیں دی تھی۔ جب ڈاک بنگلے کے قریب رکنا پڑا اور کمپاونڈ میں ان کی گاڑی دیکھی تو مجھے ہوش آیا اور میری خودداری نے اسے گوارا نہ کیا کہ ان کے سامنے جاتی اور ان پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ میں ان کا تعاقب کرتی ہوئی آئی ہوں۔۔۔ خدا نے میری مشکل آسان کر دی ۔۔۔۔ یعنی کہ تم مل گئے۔۔۔ پھر تمہاری ہی ذہانت نے میری جان بچائی۔۔۔ خدا کی پناہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ یا اللہ انسان کتنا احسان فراموش واقع ہوا ہے۔۔۔۔ وہ مجھے زندہ دیکھا پسند نہیں کرتا۔۔۔ سنو۔۔۔ وہ اپنی کوشش جاری رکھے گا۔۔۔ میری طبیعت سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اب کوئی مرد میری زندگی میں داخل نہ ہو سکے گا اگر وہ مجھے مار ڈالے تو میرا اثاثہ قانونی طور پر صفیہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ پھر دونوں شادی کر لیں گے"۔

"ارے لاحول۔۔۔ مجال ہے۔۔۔ آپ دیکھئے گا۔ ایسے ایسے بہت دیکھے ہیں"۔ عمران بول پڑا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بے جان سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ " کوئی بڑا دعوی نہ کر بیٹھنا۔ ورنہ میں تم سے بھی متنفر ہو جاوں گی۔ یہ تیمور بڑے بڑے دعوے کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ میری افسردگی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں مغموم ہوتی ہوں تو اس کا جگر کٹنے لگتا ہے۔۔۔ میں اداس ہوتی ہوں تو اس کا دل چاہتا ہے کہ اپنا گلہ گھونٹ لے۔۔۔ اور اب وہی مجھے زہر دینے پر تلا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"پولیس کو اطلاع دے دی جائے"؟۔ عمران نے پوچھا۔

" نہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں۔۔۔۔ بے چارہ چوکیدار پھنسے گا۔ کون یہ ثابت کر سکے گا کہ وہ تیمور ہی کی حرکت تھی"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔"؟ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو ٹھیک کہتی ہیں آپ"۔

فریدہ خاموش ہو گئی تھی۔ آنکھیں بھی خشک تھیں۔۔۔ ہونٹوں پر پپڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک بار پھر عمران کی آنکھوں میں دیکھا اور بولی۔ "میں تم سے مطمئن نہیں ہوں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں تم پر اعتماد کر لینے کو جی چاہتا ہے۔۔۔۔"؟

"صرف چھ ماہ کے لیے مجھے نوکری دے دیجئے۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح گردن توڑ دوں گا کہ اس گرگٹ کی کہ رنگ بدلنا بھول جائے گا"۔

"بھلا تم کیا کرو گے"؟۔

"بس جو بھی موقع پر سوجھ گئی۔ پہلے سے کوئی پروگرام بنانے کا قائل نہیں ہوں"۔ عمران نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"میری طرف دیکھو"۔

عمران نے نظر اٹھائی لیکن خود اس کے چہرے پر شرمیلے پن کی سرخی دوڑ گئی تھی۔ فریدہ کسی طرح باور نہ کر سکی کہ وہ ایکٹنگ بھی ہو سکتی ہے"۔

"ایک عرصہ تو تمہیں سمجھنے میں گزر جائے گا"۔ وہ مسکرا کر بولی۔ " مگر تم فکر نہ کرو۔۔۔۔ میں تمہیں بھی آدمی بناوں گی"۔

"جی۔۔۔۔۔"؟ عمران نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالیں۔

"آدمی۔۔۔۔۔۔ آدمی بناوں گی تمہیں۔۔۔۔"

"کتے کا پلا بن سکتا ہوں لیکن آدمی بننا میرے بس سے باہر ہے"۔ عمران نے اترنے کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو۔۔۔۔ ٹھہرو۔ تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آتی"؟۔

"آ بھی نہیں سکتی۔ میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔۔۔ جہاں رات

ہوئی گاڑی روکی اور سیٹ پر گٹھری بن کر پڑا رہا"۔

"آخر کیوں"؟۔ فریدہ کی آنکھوں میں ایک بار غم کی جھلکیاں نظر آئیں۔

"آدمیت اور انسانیت سے میرا یقین اٹھ گیا ہے"۔

"بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم نے بھی چوٹ کھائی ہے"؟۔

"دل پر نہیں۔۔۔۔ سر پر کھائی ہے"۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔۔۔ خیر ختم کرو۔۔۔ ہمیں جلد از جلد شکوہ آباد پہنچ جانا چاہیئے"۔

عمران اس کی گاڑی سے اتر کر ٹو سیٹر میں جا بیٹھا۔۔۔۔

-----------------------*-------------*

فریدہ کی کوٹھی بڑی شاندار تھی۔۔۔۔۔ کم از کم سولہ عدد کمرے ضرور رہے ہوں گے، وسیع و عریض لان عمارت کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔۔۔

اور پھر دور تک کھیتوں کے سلسلے بکھرے نظر آتے تھے۔

عمارت شہر کے باہر بنائی گئی تھی۔۔۔ فریدہ نے عمران کو بتایا کہ اس کے باپ تنہائی پسند اور علم دوست آدمی تھے۔۔۔۔ اس نے اسے ان کی لائبریری بھی دکھائی۔ جو کم از کم دس بارہ ہزار کتب پر مشتمل تھی۔

"آپ اتنی بڑی عمارت میں تنہا رہتی ہیں"؟۔ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں سات آٹھ ملازمین بھی ہیں"۔

"اپنا کوئی نہیں ہے"؟۔ عمران نے حماقت آمیز سنجیدگی سے پوچھا۔ جس میں غم کی بھی ہلکی سی لہر موجود تھی۔۔۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔

عمران پوری عمارت میں گھومتا پھرا۔۔۔۔

"وہ اس کمرے میں رہتا تھا۔۔۔۔ "فریدہ نے ایک جگہ رکتے ہوئے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

عمران رک گیا۔

"اسے اندر سے بھی دیکھنا چاہیئے "۔ اس نے کہا۔

"ضرور۔۔۔۔ضرور۔۔۔۔ "فریدہ بولی۔ لیکن آواز سے مردہ دلی ظاہر ہوتی تھی۔۔۔۔

ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھولا۔

"خوب۔۔۔۔ "عمران کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "آدمی شوقین معلوم ہوتا ہے"۔

دیواروں پر بڑی بڑی نیم عریاں تصاویر کے فریم تھے۔

"یہ اس کا اپنا شوق تھا"۔ فریدہ بولی۔ "خود مجھے یہ گھٹیا پن پسند نہیں"۔

اس معاملے میں آپ نے اسے آدمیت نہیں سکھائی تھی۔۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ تصاویر آدمیت کے ابتدائی مراحل سے تعلق رکھتی ہیں"۔ وہ مضحکانہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔ایسی تصاویر دیکھ کر میرا دل تو چاہتا ہے کہ سر کے بل کھڑا ہو جاؤں"۔

"کیا مطلب"؟۔

"مطلب تو خود مجھے بھی معلوم نہیں"۔

"خیر ختم کرو۔۔۔اب میری بات سنو۔ ملازموں کے سامنے تم بالکل کسی دوست ہی کی طرح مجھ سے پیش آؤ گے۔۔۔آپ جناب نہیں چلیں گے۔۔۔۔"

"اچھا۔۔۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اور تنہائی میں"؟۔

"جتنی عزت چاہنا کرنا"۔

"میں سمجھ گیا"۔

ایک دوست کی حیثیت سے ان دونوں سے بھی تمہارا تعارف ہوا تھا۔ لہذا اب تم دوست ہی رہو گے۔ یہ تو صرف میں جانتی ہوں کہ تم میرے سیکرٹری ہو"۔

"چلئے تسلیم۔۔۔۔ لیکن اسے بھی نوٹ کیجئے۔ جب بھی میرا دل چاہتا ہے نوکری چھوڑ کر بھاگ جاتا ہوں"۔

"فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ یہ میرے دیکھنے کی باتیں ہیں کہ میں تمہیں بھاگنے دیتی ہوں یا نہیں۔۔۔۔"

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا مسہری کے قریب آیا۔۔۔۔

فریدہ دیکھ رہی تھی کہ وہ اسی جگہ چپ چاپ کھڑا سامنے والی دیوار کو گھورے جا رہا ہے۔

"آپ پوری طرح آدمی نہیں بنا سکتی تھیں اسے۔۔۔۔۔۔"؟ دفعتاً عمران نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"کیوں؟ کیوں۔۔۔۔"؟ وہ اس کی جانب بڑھتی ہوئی بولی۔

"بچوں کی طرح دیواریں گندی کراتا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ دیکھئے۔۔۔۔"

عمران نے مسہری کے سرہانے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

کئی جگہ پنسل سے کچھ ہندسے گھسیٹے گئے تھے۔

"ہو گا۔۔۔۔ آدمی ہی کا ذہن ٹھہرا۔۔۔۔ " فریدہ لاپرواہی سے بولی۔

عمران کچھ کہے بغیر کمرے کی دوسری چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔

فریدہ اسے اکتائے ہوئے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر مسہری ہی کی طرف لوٹ گیا۔ جیب سے نوٹ بک نکالی اور اس پر کچھ لکھ رہا تھا۔

" کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔"؟ فریدہ نے پوچھا۔

"یہ ہندسے نوٹ کر رہا ہوں جو دیوار پر لکھے ہوئے ہیں"۔

"بھلا اس کی کیا ضرورت۔۔۔۔۔۔"؟

"انہیں کے سہارے ایک نقش تیار کرنے کی کوشش کروں گا۔۔۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔ شاید اس کا دماغ پلٹ جائے"۔

" کیا میں تمہیں دعا تعویذ کرانے کے لیے لائی ہوں"؟۔

"وہ نقش معظم تیار کر دوں کہ محبوب کا مرغا بن جائے"۔

"فضول باتیں مت کرو"۔

"پچھلے سال ایک ساس سے بہو کی ناک کٹوا دی تھی۔۔۔ حالانکہ ماڈرن قسم کے قلندر اس چکر میں نہیں پڑتے"۔

"اچھا تو جناب آپ کیا کیا ہیں۔۔۔۔"؟ وہ انگلیوں پر گنتی ہوئی۔ "الیکٹریشن، اسٹینو ٹائپسٹ ۔۔۔ اور دعا تعویذ کرنے والے۔۔۔ اور کچھ۔۔ اور جی ہاں۔۔۔ پچھلی رات جناب نے ایک طرح کی سراغ رسانی بھی فرمائی تھی۔۔۔"؟

"میں صرف مسٹر ایف رحمان کا نالائق بیٹا علی عمران ہوں۔۔۔ ویسے جڑی بوٹیوں کے علم میں بھی خاصا دخل رکھتا ہوں۔۔۔ کچھ لوگ ماہر نفسیات بھی سمجھتے ہیں۔ پچھلے سال ایک لڑکی کی تحلیل نفسی کرتے وقت مار بھی کھا چکا ہوں۔۔۔"

"ختم کرو۔۔۔ یہ سب۔۔۔۔ سنجیدگی سے میری بات سنو۔ میں تیمور کو تمہارے ذریعہ پھر اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔"

"وہ کیسے"؟۔

"میں اسے جلاؤں گی کڑھاوں گی ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے کل اس کی آنکھوں میں جذبہ رقابت کی جھلکیاں دیکھی تھیں ۔ جب میں اس سے تمہارا تعارف کرا رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ وہ واپس آئے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ضرور واپس آئے گا"۔

"جواب نہیں ہے اس نوکری کا"۔ عمران سر کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

"جواب ہو یا نہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن تمہیں یہ کرنا پڑے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیمور کی موجودگی میں تمہارا رویہ میرے ساتھ ایسا ہی ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"جی ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ جیسے ۔ ۔ ۔ ۔ کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"؟

" کیا تم نہیں سمجھتے"؟۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔

"میں ۔ ۔ ۔ ۔ دو اور دو چار کے علاوہ اور سمجھنے کی صلاحیت سے قطعی محروم ہوں"۔

"تمہارا رویہ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسا ہونا چاہئیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسے تم مجھے چاہتے ہو ۔ ۔ ۔ بدھو"۔

"ارے باپ رے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔

" کیوں؟ کیوں"؟۔ جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ اس نے پوچھا۔

" کک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں"۔

"ارے تو تم گھبرا کیوں گئے"؟۔

"جی کچھ نہیں"۔ اب اس پر شرمانے کا دورہ پڑ گیا تھا"۔

"ہشت ۔ ۔ ۔ ۔ بدھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "وہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑی خود بھی شرمندگی محسوس کر رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ اسے منہ پھاڑ کر یہ بات نہ کہنی چاہئیے تھی"۔

"ارے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ تو ایکٹنگ ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی حقیقت تھوڑا ہی ہوگی"؟۔

"ذرا یہ تو سوچئیے کہ اس نے پچھلی رات آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ "اسے اچھی طرح یاد رکھئیے کہ اگر وہ آپ کی زندگی میں واپس بھی آئے گا تو آپ کی زندگی کا

خواہاں بن کر مصلحتاً مصالحت کر لے گا"۔

فریدہ کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ جذبات کی رو میں بہہ جانے کے بعد پچھلی رات والا واقعہ اس کے ذہن سے یکسر محو ہو گیا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

اچانک فریدہ کی آنکھ کھل گئی۔ ہو سکتا ہے وہ پیاس کی شدت ہی رہی ہو جس کی بنا پر ایسا ہوا تھا۔

حلق خشک ہو رہا تھا۔۔۔۔ میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر پڑی رات کے تین بجے تھے۔۔۔۔

خواب گاہ سے بغلی کمرے میں آئی ریفریجریٹر کھول کر پانی کی بوتل نکالی اور پھر اسے گلاس میں انڈیل ہی رہی تھی کہ بوتل ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔۔۔۔

وہ فائر کی آواز تھی۔۔۔۔ پھر پے در پے کئی فائر ہوئے اور سناٹا چھا گیا۔ آواز کی گونج بتاتی تھی کہ فائر کسی کمرے ہی میں ہوئے تھے۔

فریدہ کے پیروں میں کپکپی سی پڑ گئی۔۔۔۔۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔۔۔۔۔؟

دفعتاً دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔۔۔۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی وزنی چیز زمین پر گری ہو۔

آواز راہداری سے آئی تھی۔ وہ جی کڑا کر کے پھر خواب گاہ میں آئی۔ تکیے کے نیچے سے اعشاریہ دو پانچ کا براؤنی پستول نکالا۔ اور دروازے کی طرف بڑھی۔

راہداری کے ایک بلب کا سوئچ خواب گاہ ہی میں تھا۔ دروازہ کھولنے سے قبل اس نے وہ بلب روشن کر دیا۔

"باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔ "اس نے عمران کو اونچی آواز میں کہتے سنا اور ہینڈل کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ

رک گیا۔

دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک ساکت سا کت کھڑی رہی پھر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ دوبارہ ہینڈل کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران کہتا سنائی دیا۔

"اب آپ باہر آ سکتی ہیں۔۔۔۔۔ "اس نے طویل سانس لے کر دروازہ کھولا۔

عمران راہداری میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے قریب ہی کوئی فرش پر اوندھا پڑا اتھا۔ عمران کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اس سے لڑتا رہا ہو۔ لباس بے ترتیب تھا اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔

"یہ کیا ہو رہا تھا"؟۔ فریدہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چور پکڑا ہے۔۔۔۔۔ "عمران نے اوندھے پڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

" کون ہے"؟۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔؟ چہرے پر نقاب ہے۔ میں نے کہا نقاب کشائی آپ ہی کریں تو بہتر ہے"۔

"مم۔۔۔ میں کیوں۔۔۔۔ بتاتے کیوں نہیں کون ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"ارے محترمہ۔۔۔۔ ابھی پندرہ دن ہی تو ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے اتنی جلدی جان پہچان ہو سکتی ہے لوگوں سے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"اسے سیدھا کرو۔۔۔۔۔۔"

عمران جھک کر اسے سیدھا کر ہی رہا تھا کہ فریدہ کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی اور اس کی چیخ نکل گئی۔

اس آدمی نے اچانک عمران پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔۔۔۔

اور اب اس نے دیکھا کہ چاقو والا ہاتھ عمران کی گرفت میں ہے۔ حملہ آور فرش سے اٹھ نہیں سکا تھا۔

عمران غافل ہوتا تو شاید وہ حملہ کامیاب ثابت ہوتا۔

عمران نے داہنا گھٹنا حملہ آور کے سینے پر ٹیک دیا تھا۔۔۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے چاقو اس کے ہاتھ سے اچھل کر دور جا پڑا۔۔۔

غراہٹ نما کراہ سی حملہ آور کے حلق ست نکلی اور فریدہ مضطربانہ انداز میں چیخنے لگی۔ "چھوڑ دو۔۔۔۔۔عمران جانے دو۔۔۔۔۔جانے دو۔۔۔۔۔خدا کے لیے"۔

شاید عمران اس کی آواز کی طرف متوجہ ہو جانے کی بنا پر حملہ آور کی لات سے محفوظ نہ رہ سکا تھا۔۔۔۔ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔

اور حملہ آور نے اٹھ بیٹھنے میں پھرتی دکھائی۔

لیکن وہ اس پر دوبارہ حملہ کر بیٹھنے کے بجائے دروازے کی طرف دوڑ پڑا تھا۔۔۔۔

عمران نے بھی آگے بڑھنا چاہا لیکن فریدہ راہ میں حائل ہوگئی۔

"میں کہتی ہوں جانے دو۔۔۔۔۔۔" وہ گھگھیائی

"چیونگم کا آخری پیکٹ چھین کر بھاگا جا رہا ہے اور آپ کہتی ہیں کہ جانے دو لعنت ہے ایسی نوکری پر"۔

"میری بات سنو۔۔۔میں خون خرابہ پسند نہیں کرتی"۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "ورنہ دیکھو میرے ہاتھ میں بھی پستول ہے"۔

"خداوندا۔۔۔۔مجھے اس منحوس فرض سے محفوظ رکھیئو۔۔۔۔لیکن محترمہ۔۔۔اگر وہ چاقو میرے سینے میں پیوست ہو جاتا تو۔۔۔۔۔"؟

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔۔۔جاو دروازہ بند کر دو"۔

" کھلا ہی رہنے دیجئے۔۔۔کیا فرق پڑتا ہے"۔

"اوہ۔۔تو تم نے بھی اسے پہچان لیا""؟۔

اسی لیے درخواست کی تھی نقاب کشائی کی"۔ عمران نے کہا اور راہداری کے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔۔

فریدہ نے دروازہ بولٹ کرنے کی آواز سنی اور اطمینان کا سانس لیا۔۔۔۔ وہ غراہٹ نما کراہ سوفی صدی تیمور ہی کی تھی۔ لاکھوں آوازوں میں بھی اسے پہچان لیتی۔۔۔

خداوندا۔۔۔۔۔۔۔ وہ آخر کیا کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ اس طرح نقاب لگا کر اتنی رات گئے چوروں کی طرح کیوں آیا تھا۔ کیا اس نے عمران کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔ اگر یہ جذبہ رقابت ہے تو

پھر میرے پاس کیوں نہیں آجاتا۔۔۔ کیوں نہیں آجاتا میرے مالک۔۔۔۔۔ اب میں کیا کروں"؟۔

دفعتاً وہ سوچتے سوچتے چونک پڑی۔ عمران اس کے قریب ہی بت بنا کھڑا رہا۔۔۔۔ فریدہ نے اس سے نظریں ملائیں اور سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر تک قبرستان کا سکوت طاری رہا۔ پھر عمران آہستہ سے بولا۔

"جاتے جاتے چپکے سے میرے کان میں کہتا گیا تھا کہ صبح تک راہداری ہی میں کھڑے رہنا تم دونوں۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ " فریدہ خواب گاہ کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔ "آو اب تو نیند کیا آئے گی۔۔۔ پتہ نہیں وہ کیوں آیا تھا اس طرح"؟۔

اس نے حتی الامکان اپنے لہجے میں لاپرواہی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ جیسے عمران پر جتانا چاہتی ہو کہ اسے اس کے متعلق ذرہ برابر بھی تشویش نہیں۔

خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے آرام دہ کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اور خود مسہری پر جا بیٹھی۔

"تو۔۔۔ تو وہ تیمور ہی تھا"؟۔ عمران نے پوچھا۔

"تم نہیں پہچان سکتے تھے"؟۔

عمران نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"لیکن ابھی کچھ ہی دیر پہلے تم اسی بنا پر مجھ سے اس کی نقاب کشائی کرانا چاہتے تھے"؟۔

"کس بنا پر"؟۔

"ظاہر ہے کہ تم نے اسے پہچان لیا تھا۔ اور مجھے اچنبے میں ڈالنا چاہتے تھے"۔

"وہ کیوں آیا تھا۔۔۔۔"؟ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دینے کے لیے آیا تھا"۔

"بھلا مجھ سے اس کی کیا رشتہ داری۔۔۔۔۔"؟

پچھلے پندرہ دنوں سے ہم جو ڈرامہ کھیل رہے ہیں۔ یہ اسی کا ردعمل تھا"۔

"اس غلط فہمی میں نہ رہئیے گا۔۔۔ وہ اپنے رہائشی کمرے کا فرش کھود رہا تھا"۔

"کیا مطلب"؟۔

"آئیے۔۔۔۔ میرے ساتھ۔۔۔ میں نے اسے للکارا تھا۔۔۔ اس نے مجھ پر فائروں کی بوچھاڑ کر دی۔۔۔۔ پورے چھ فائر"۔

"تم کہاں تھے"؟۔

"اسی کمرے میں"۔

"اس کے آنے کے قبل ہی سے"؟۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ دراصل وہ کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بولٹ کرنا بھول گیا تھا"۔

"تم جاگ کیسے تھے۔۔۔۔۔۔"؟ اس نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"سوتا کون مردود ہے۔۔۔۔۔؟ اس نوکری نے تو مجھے الو بنا کر رکھ دیا ہے۔ دن بھر ڈرامے کا ریہرسل کرو اور رات کو الو بن جاو"۔

"اوہ۔۔۔ تو تم سوتے نہیں ہو۔۔۔ رات کو"؟۔

"قطعی نہیں"۔

"اور دن میں بھی میں نے تمہیں سوتے نہیں دیکھا۔ نہیں میں یقین نہیں کر سکتی کہ تم متواتر پندرہ دنوں سے جاگ رہے ہو"؟۔

"روزانہ تین گھنٹے کی چھٹی عبادت کے لیے دیتی ہیں آپ"۔

"تو تم عبادت کرنے کی بجائے سو جاتے ہو"؟۔

"سونا ہی تو عبادت ہے میری۔۔۔۔۔۔۔ اتنی دیر گناہوں سے بچتا رہتا ہوں۔ کیا یہ عبادت نہیں ہے"؟۔

"عجیب آدمی ہو تم "۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور عمران دوسری طرف منہ پھیر کر امریکی انداز میں گنگنانے لگا۔ "لل۔۔۔۔لا۔۔۔۔لللہ ۔۔۔۔۔لللہ۔۔۔۔۔"

"چلو۔۔۔۔تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو"؟۔ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "اس کے پاس صدر دروازے کی ایک کنجی تھی۔ میں نے اخلاقا واپس نہیں لی تھی۔ لیکن وہ کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا"؟۔

عمران اسے کمرے میں لایا۔

ایک کمرے میں دو دیواروں کے جوڑ قریب فرش کا پلاسٹر ادھیڑا ہوا نظر آیا۔۔۔۔ کئی جگہ دیواروں کے پلاسٹر بھی ادھیڑا گیا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔"؟ فریدہ نے دیواروں پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے ریوالور کی گولیوں کے نشانات ہیں۔۔۔۔۔۔۔"؟

"تم کیسے بچ گئے۔۔۔۔۔؟ اس کا نشانہ تو بڑا اچھا ہے۔۔۔۔ مجھے تو اس پر بھی حیرت ہے کہ تم نے اسے زیر کیسے کر لیا تھا"؟۔

"جوڈو"۔

"یہ ایک اور صفت معلوم ہوئی۔ پہلوانی بھی کر لیتے ہو"؟۔

"ایک صفت اور بھی نوٹ کر لیجئے۔ ترکاریوں کی کاشت کا ماہر ہوں۔۔۔۔ کل آپ کی طرف سے آپ کے مالیوں کو حکم دے چکا ہوں کہ پورے لان پر ہل چلوا دیں صبح چھ بجے تک ٹریکٹر یہاں پہنچ جائے گا"۔

"یہ کیا کیا تم نے"؟۔

"بے کار زمین پر ترکاریاں اگانا قوم کی سب سے بڑی خدمت ہے"۔

"نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔۔ واہ اتنا عمدہ لان تباہ کر کے رکھ دیں۔ جانتے ہو۔ پورے شکوہ آباد میں اتنا بڑا لان کسی بھی عمارت میں نہیں ملے گا۔۔۔۔ ہزاروں روپے ماہوار خرچ ہوتے ہیں اس پر"۔

"آپ اب تک خرچ کرتی آئی ہیں۔ میں نے اب آمدنی کی صورت پیدا کر لی ہے۔۔۔۔۔۔۔ ٹنڈے اور بھنڈی۔۔۔۔ واہ۔۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔۔۔۔ میرا بس چلے تو اپنا سر منڈوا کر مٹی کی تہہ جماوں۔۔۔۔۔۔ اور کریلے کے بیج ڈال دوں۔۔۔۔ الا ماشا اللہ"۔

"ایسا ضرور کرو۔۔۔۔ "فریدہ جل کر بولی۔ "لیکن میں اپنا لان برباد نہیں کراوں گی"۔

"یہ بھی ڈرامے ہی کے ایک ریہرسل کا ایک حصہ ہے"۔

"کچھ بھی ہو۔۔۔۔ یہ ناممکن ہے"۔

"محترمہ۔۔۔۔ "عمران نے طویل سانس لی۔ "آپ کو اس کی فکر نہیں ہے کہ وہ کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا اور میں اس کے قادر انداز ہونے کے باوجود بھی زندہ کیسے بچ گیا۔ آپ لان میں الجھ کر رہ گئی ہیں۔۔۔۔ مجھے حیرت ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ تم باتیں ہی ایسی چھیڑ دیتے ہو کہ ذہن ادھر ادھر ہو جاتا ہے"۔

"نہیں آپ کو اس کی ذرہ برابر بھی تشویش نہیں کہ وہ فرش کیوں کھود رہا تھا"۔

"ہو سکتا ہے اس نے اپنی بچائی ہوئی رقم وہاں دفن کی ہو۔ آدمی کتنا ہی بدل جائے لیکن نسلی خصائل کبھی

نہیں بدلا کرتے۔۔۔۔ اس کے باپ دادا بنیوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے تھے"۔

"لیکن وہ یہاں سے کچھ لے جا نہیں سکا"۔

"تب پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ کیا کھود نکالنے کی فکر میں تھا"۔

"آپ جا کر آرام کیجئے۔ میں خود دیکھ لوں گا"۔

"اور اگر وہ کوئی بڑی رقم ہوئی تو۔۔۔۔"؟ فریدہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ پھر یک بیک اس کی آنکھیں بے حد مغموم نظر آنے لگیں۔۔۔۔ عمران نے اس تبدیلی پر اپنے سر کر خفیف سی جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "اب مجھے اس کی طرف سے بالکل مایوس ہو جانا چاہیئے۔۔۔۔۔۔ میں سمجھی شاید وہ تمہیں قتل کرنے آیا تھا"۔

"ارے واہ۔۔۔۔۔۔۔ آپ میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں۔۔۔۔ مجھے قتل کر دیتا تو آپ کو مایوسی نہ ہوتی۔۔۔۔ ایسی نوکری نہ آج تک دیکھی نہ سنی۔۔۔۔۔ یا مولا مشکل کشا مدد۔۔۔۔"

"تم نہیں سمجھتے۔۔۔۔ نہیں سمجھ سکتے۔۔۔۔ اس معاملے میں بالکل بدھو ہو"۔ وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی بولی۔

"کس معاملے میں"؟۔

"جب ایک بات جانتے ہی نہیں تو تمہیں کیا بتاوں"؟۔

"جو نہیں جانتا اسے جاننے کی کوشش کرنا میری ہابی ہے"۔

"تمہاری ہابیوں سے میں تنگ آتی جا رہی ہوں"۔

"اس عمارت کی چھت پر بھی مٹی ڈلوا کر۔۔۔۔ کرم کلے کی کاشت کراوں گا۔ "اچھا بوجھئے تو یہ کیا ہے"؟۔

عمران نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رسید کر کے دوسرا گال پر رسید کیا۔

"کیا مطلب"؟۔

"نہیں بوجھئے۔۔۔۔ ذہن پر زور دیجئے"؟۔

"خواہ۔۔۔۔۔۔۔مخواہ"۔

"اتنی معمولی سی پہیلی نہیں بوجھ سکتیں"۔

"یہ پہیلی ہے کوئی۔۔۔۔۔ "وہ ہنس کر بولی۔ "ایک ہاتھ پیشانی پر مارا اور دوسرا گال پر"۔

"سمبولک پوئٹری کی طرح"۔

"خدا کی پناہ۔۔۔۔۔تو لٹریچر میں بھی دخل ہے جناب کو"۔

"میلارمے ہی کو تو پڑھ پڑھ کر اس حال کو پہنچا ہوں۔۔۔۔اردو میں میرا جی سے سرے جوئیبار ملاقات ہوئی تھی"۔

"میرا جی آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا"۔

"عورتوں کی سمجھ میں نہ آئے تو بہتر ہے۔۔۔۔ورنہ پھکنیاں اور دست پناہ سنبھال کر دوڑ پڑیں گی اسکی قبر کی طرف۔۔۔۔۔۔"

"ہم یہاں کب تک کھڑے رہیں گے"؟۔

"پہلے ہی گزارش کی تھی کہ جا کر آرام فرمائیے۔۔۔۔میں تو الو ہی بن چکا ہوں"۔

"عمران۔۔۔تم بہت اچھے ہو"۔ فریدہ نے یک بیک بے حد جذباتی انداز میں کہا۔ " کم از کم تیمور تو تمہارے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے"۔

"مولا مشکل کشا"۔ عمران آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔

* * * *

58

پورا ایک ماہ گزر گیا۔ ڈرامے کا ریہرسل خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا تھا۔۔۔۔فریدہ کی خواہش تھی کہ عمران ہر وقت اس کے آس پاس ہی موجود رہے۔۔۔۔۔تیمور کا خیال اب اس کے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑتا تھا۔ اس رات کے واقعہ کے بعد اب تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

عمران کی صلاحیتوں پر وہ عش عش کرتی ۔۔۔۔ اکثر سوچتی آخر یہ آدمی ہے یا جن پچھلے دنوں اس نے اپنی ملنے والی خواتین کو مدعو کیا تھا۔ ان میں ایک صاحبہ کلاسیکی رقص کی معلّمہ تھیں ۔۔۔۔۔۔ ان سے فرمائش کی گئی کہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کریں ۔۔۔۔ وہ تیار بھی ہو گئیں ۔۔۔۔ لیکن دشواری یہ آپڑی کہ ان میں سے کسی کو بھی طبلہ بجانا نہیں آتا تھا ۔۔۔ قریب تھا کہ یہ پروگرام کینسل ہو جاتا۔ عمران صاحب نے فرمایا۔ اگر آپ لوگ مجھے طبلچی کے بجائے طبلہ نواز سمجھنے کا وعدہ کریں تو میں اس سلسلے میں مدد کر سکتا ہوں۔

اور اس کے بعد انہوں نے کچھ ایسی لاف وگزاف فرمائی کہ رقاص خاتون کو تاؤ آگیا کہ انہوں نے کہا کہ وہ تو کتھک ناچیں گی"۔

عمران نے لاپرواہی سے شانے جھٹکائے تھے اور طبلے کی جوڑی سنبھال کر بیٹھ گیا تھا ۔۔۔۔ اور پھر بول اور تال کے ساتھ ساتھ ہی چلتے رہے تھے ۔۔۔۔۔

"باکمال سیکرٹری ہاتھ آیا ہے"۔ انہیں یک زبان ہو کر کہنا پڑا تھا۔

وہ اکثر سوچتی یہ چھ ماہ بعد چلے جانے کی دھمکی دیتا رہتا ہے ۔۔۔ چلا گیا تو کیا ہوگا ۔۔۔ کیسی ویران ویران سی زندگی ہوگی ۔۔۔ کیسی گھٹن سے دوچار ہونا پڑ جائے گا ۔۔۔ اس وقت بھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ عمران کمرے میں داخل ہوا۔

"میں ذرا شہر تک جانا چاہتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو تم بھی جا رہے ہو ۔۔۔ کیوں نہ ساتھ ہی چلیں ۔۔۔ میں سوچ ہی رہی تھی مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے"؟۔

"میں دراصل دو تین گھنٹے کی چھٹی چاہتا ہوں"۔

"یعنی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے"؟۔

عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ان دو تین گھنٹوں میں کیا کرو گے، جو میری موجودگی میں ناممکن ہوگا"؟۔

"یہ تو صرف میں اپنے سیکرٹری ہی کو بتا سکوں گا"۔

"میں اپنے سیکرٹری سے پوچھ رہی ہوں"؟۔

"مالک کے رازوں کا امین بننا سیکرٹری کے فرائض میں داخل ہے۔ لیکن سیکرٹری کی راز جوئی کسی طرح بھی مالک کا حق نہیں"۔

"آخر اب تم اتنی عقل مندی کی باتیں کیوں کرنے لگے ہو"؟۔

"شامت"۔

"کیا مطلب"؟۔

"شامت کا مطلب شامت ہی ہوتا ہے"۔

"سیکرٹری"۔ فریدہ نے وارننگ کے سے لہجے میں کہا۔

"یس مادام"۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی"۔

"او۔ کے مادام۔۔۔۔" عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔

فریدہ ہنس پڑی اور عمران کا شانہ تھپکتی ہوئی بولی۔ "تمہاری عدم موجودگی میں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی کسی جانب سے ایک گولی آئے گی اور میرے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹنے لگے گا"۔

"میں آپ کے لیے مغموم ہوں مادام"۔

"یہ مادام۔۔۔۔ مادام کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے"؟۔

"دوستانہ رویے کا مظاہرہ تو صرف دوسروں کی موجودگی میں کیا جانا طے پایا تھا"۔

"تم سچ مچ بدھو ہو"۔ وہ جھنجھلا گئی۔

"مجھ اس کا اعتراف ہے۔۔۔۔ اگر بدھو نہ ہوتا تو کبھی کا اس نوکری سے محروم ہو چکا ہوتا"۔

"اچھا بس ختم۔۔۔۔ میں چل رہی ہوں تمہارے ساتھ"۔

پھر وہ ایک ہی گاڑی میں شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ فریدہ ڈرائیو کر رہی تھی اور عمران اس کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔

"آج تمہارا موڈ کچھ خراب نظر آ رہا ہے"؟۔ فریدہ نے اس سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مادام"۔

"ایک بات بتاؤ گے"؟۔

"پوچھیئے"۔

"تمہارے ذہن میں میرا کیا مقام ہے"؟۔

"وہی جو ایک سیکرٹری کے ذہن میں اپنے مالک کا ہونا چاہیئے"۔

"اور جو ہم ایک ڈرامے کی ریہرسل کرتے رہے ہیں"؟۔

"جی ہاں۔ وہ ڈرامے کی ریہرسل ہے"۔

"میں سمجھی تھی تم اسے حقیقت سمجھنے لگے ہو"؟۔

"بے وقوف ضرور ہوں۔۔۔۔۔۔ لیکن اتنا بھی نہیں"۔

"اچھا فرض کرو۔ اگر تم اسے حقیقت ہی سمجھنے لگو تو کیا ہو۔۔۔۔۔۔۔"؟

"میرا مقام۔۔۔۔۔ پاگل خانہ ہوگا"۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ ایسی بات نہ کہو۔۔۔۔۔۔ "فریدہ کے لہجے میں درد تھا۔

پھر عمران کچھ نہ بولا۔ فریدہ بھی خاموشی سے اسٹیرنگ کرتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اس قسم کی گفتگو نہ کرنی چاہیئے۔۔۔۔ اچھے میاں عمران اگر میرے تلوے نہ چاٹو تو بات ہے۔۔۔۔۔

پھر اسے حالات کی ستم ظریفی پر ہنسی آنے لگی۔ اس نے سوچا تھا کہ عمران کو مہرہ بنا کر تیمور کو پھر اپنی زندگی میں واپس لائے گی۔ لیکن وہ رفتہ رفتہ تیمور سے متنفر ہوتی گئی اور عمران اس کی جگہ لیتا گیا۔ لیکن خود عمران بالکل ٹھس نظر آ رہا تھا۔۔۔۔ وہ حسب ہدایت سب کے سامنے اس سے برابری کا برتاؤ کرتا

اور تنہائی میں ایک نیاز مند قسم کا

سیکرٹری نظر آنے لگتا۔۔۔۔

اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کس طرح ڈھب پر لائے۔۔۔۔"؟

تم نے مجھے آج تک نہ بتایا کہ تیمور کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا"؟۔ اس نے کچھ دیر بعد عمران سے پوچھا۔

"میں سمجھ ہی نہ سکا اس چکر کو۔۔۔۔۔ تین فٹ کی گہرائی تک کھدائی کر ڈالی لیکن کچھ ہاتھ نہ لگا۔ میرا خیال ہے کہ پلاسٹر کے نیچے ہی کوئی چیز تھی جسے وہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔۔ میں سمجھا شاید اسے نہیں ملی۔۔۔ اللہ رحم کرے میری عقل پر"۔

"پھر بھی مجھے بہت محتاط رہنا چاہئے"۔ فریدہ بولی۔ "میرے لیے وہ ایک مستقل خطرہ بن گیا ہے"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

فریدہ نچلا دانت ہونٹوں میں دبائے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے رہی۔۔۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر عمران کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم کیا سوچ رہے ہو"؟۔

"یہ نہ پوچھا کیجئے"۔

"کیوں"؟۔

"پتہ نہیں کیسی کیسی سوچا کرتا ہوں۔۔۔۔ انہیں زبان پر لا تو سکتا نہیں"۔

"اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔"؟ فریدہ چہکی۔ "بھلا میں بھی سنوں"؟۔

"زبان پر لا ہی نہیں سکتا"۔

"آخر کیوں۔۔۔۔؟ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔۔۔۔ وہ کیسی ہی باتیں کیوں نہ ہوں۔۔۔ میں انہیں سنوں گی۔۔۔۔۔۔ سنجیدگی سے سنوں گی۔۔۔۔۔۔۔ خواہ وہ باتیں میرے خلاف

ہی کیوں نہ ہوں"۔

"عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مجھے وہ بکری کا بچہ یاد آ رہا ہے۔ جو ایک بار میری گاڑی کی لپیٹ میں آ کر مر گیا تھا"۔

"ہوں"۔ یک بیک وہ کھول گئی۔

" کتنا دردناک منظر تھا۔۔۔۔۔ "بالکل اسی طرح مر گیا تھا جیسے آپ ناخنوں پر جوں مارتی ہیں"۔

" بکواس مت کرو۔۔۔۔۔ تم نے مجھ کب جوں مارتے دیکھا ہے۔۔۔۔۔۔"؟۔ وہ چنچنائی۔

"تو پھر وہ کوئی اور خاتون رہی ہوگی۔ میری یادداشت بالکل واہیات ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔۔۔"

" کیا تم کسی وقت بھی کوی ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔ یہ شام کتنی خوشگوار ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"ہر شام خوشگوار ہوتی ہے۔۔۔ مجھے اپنی کوئی ایسی شام یاد نہیں جو ناخوشگوار رہی ہو۔۔۔ لیکن ٹھہریئے۔۔۔ شاید میں غلط کہہ رہا ہوں۔۔۔ میرے لیے وہ شامیں بڑی ناخوشگوار ہوتی ہیں جب میرا جی چاہتا ہے کہ میں سوندھے سوندھے بھنے ہوئے چنے چباوں لیکن ڈیرا کسی ایسی جگہ ہوتا ہے، جہاں ان کی دستیابی ناممکن ہوتی ہے"۔

"بہت اچھا ہے کہ خاموش رہو"۔ فریدہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

عمران نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

عقب سے کسی تیز رفتار گاڑی نے آگے نکل جانے کے لیے ہارن دیا۔ فریدہ نے راستہ دیتے ہوئے رفتار کم کر دی۔ ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن برابر سے نکل کر آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

لیکن کچھ دور جا کر اس طرح اچانک رک گئی کہ کچے پر اترے بغیر فریدہ اپنی گاڑی آگے بڑھا ہی نہ سکتی۔۔۔

" کاش میں ڈرائیو کر رہا ہوتا"۔ عمران بڑبڑایا۔

فریدہ نے ہارن دیا۔ ۔ ۔ ۔ اگلی گاڑی کا ڈرائیور والی سیٹ سے ایک ہاتھ نے اشارہ کیا کہ وہ گاڑی نکال لے جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"ایڈیٹ"۔ وہ دانت پیس کر بڑبڑائی اور گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

ساتھ ہی اس نے محسوس کیا کہ عمران کا ہاتھ اس کی بغلی ہولسٹر کی طرف گیا ہے۔

"پورے بریک لگائیے۔ ۔ ۔ ۔ "عمران بڑبڑایا اور فریدہ کی گاڑی دوسری گاڑی سے تقریبا بیس گز کے فاصلے پر رک گئی۔

63

اسٹیشن ویگن کی ڈرائیور والی سیٹ سے ایک مفلوک الحال سا آدمی اتر رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے لجاجت سے کہا۔ "ایکسیلریٹر وائر کی گھنڈ نکل گئی ہے"۔

"ارے تو دھکا لگا کر گاڑی سڑک کے نیچے اتار لے جاو"۔ عمران نے کہا۔

"میں یہی کرتا جناب۔ ۔ ۔ لیکن میرے شانے درد سے پھٹے جا رہے ہیں"۔

"تنہا ہو"؟۔

"جی ہاں۔ ۔ ۔ ۔ جناب"۔

"اچھی بات ہے"۔ عمران گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا "میں تمہاری مدد کروں گا"۔

فریدہ خاموش بیٹھی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ یہ شخص شاید ہی اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چل سکے۔ ۔ ۔ ۔ اتنے دنوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ابھی تک تو سمجھ میں آیا نہیں تھا۔ ۔ ۔ اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو۔ ۔ ۔ ۔ ؟ پتہ نہیں کس دماغ کا آدمی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی کچھ اور کچھ اور۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پل پل رنگ بدلتا رہتا ہے۔

عمران اسٹیشن ویگن کے قریب پہنچ چکا تھا۔

مفلوک الحال آدمی ڈرائیور کی سیٹ کی طرف چلا گیا۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ بند تھا۔ ۔ ۔ اس میں شیشے نہیں تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دفعتا فریدہ کی نظر گاڑی کے اگلے دروازے کی طرف اٹھ گئی جس سے ایک آدمی چوروں کے سے انداز میں برآمد ہو رہا تھا اس کے بعد دوسرا نکلا۔۔۔۔ پھر تیسرا۔۔۔۔۔ وہ اس مفلوک الحال آدمی کی زبانی سن چکی تھی کہ وہ تنہا ہے۔۔۔۔ آخر اس غلط بیانی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

اچانک وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔۔ "عمران ہوشیار"۔

بیک وقت چار آدمی عمران پر ٹوٹ پڑے۔۔۔۔ فریدہ کی دانست میں اسے شاید ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کا موقع نہیں مل سکا ہو۔۔۔۔

وہ بے حس و حرکت اپنی سیٹ پر بیٹھی رہی۔۔۔۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ حملہ آوروں میں سے ایک دیکھتے ہی

دیکھتے اچھل کر سڑک کے نیچے جا گرا۔۔۔۔ اور ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔۔۔۔۔

ان حملہ آوروں میں وہ مفلوک الحال آدمی بھی شامل تھا۔ جس نے ایکسیلریٹر کی خرابی کی کہانی سنائی تھی۔

ایک کا حشر دیکھ کر بقیہ تین آدمیوں پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔

لڑتے ہوئے وہ سڑک سے نیچے اتر گئے تھے۔ ورنہ فریدہ ان پر گاڑی چڑھا دینے کی کوشش کرتی

۔۔۔۔ سڑک کے نیچے اتر آئی سامنے پتھر کے ٹکڑوں کا ڈھیر نظر آیا۔۔۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔۔۔

بالکل مجنونوں کے سے انداز میں ان پر پتھراو کرنے لگی۔۔۔۔

"مادام۔۔۔۔۔ مادام۔۔۔۔ "دفعتا اس نے عمران کی آواز سنی۔ "براہ کرم گاڑی میں بیٹھیے

۔۔۔۔ پتھر پہچان پہچان کر نہیں لگتے"۔ فریدہ کو جیسے ہوش آ گیا۔۔۔۔

واقعی یہ حماقت ہی تو تھی۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی عمران کی کھوپڑی پر جا بیٹھتا تو ڈراپ سین ہی ہو جاتا۔۔۔۔۔۔

اب اس کے مقابلے پر دو ہی رہ گئے تھے۔ تیسرا ابھی ایک جگہ اوندھے منہ پڑا نظر آیا۔۔۔۔

ان دونوں کے حملے پہلے سے بھی شدید ہو گئے۔ اچانک ایک کے کنپٹی پر عمران کا بھرپور ہاتھ پڑا اور وہ

بھی ڈھیر ہو گیا۔ اب صرف مفلوک الحال آدمی باقی رہ گیا جس نے ان سے گفتگو کی تھی۔۔۔۔۔

فریدہ نے دیکھا کہ وہ اسٹیشن ویگن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ہے۔ عمران نے جھپٹ کر ٹانگ ماری اور وہ اچھل کر منہ کے بل سڑک پر جا پڑا۔۔۔۔۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے بھی اس پر چھلانگ لگائی اور اسے دبوچ کر بیٹھ گیا۔ شروع سے اب تک کی کارروائی میں دو منٹ سے زیادہ صرف نہ ہوئے ہوں گے۔

فریدہ تیزی سے ان کے قریب پہنچی تو تھی لیکن کچھ بول نہ سکی۔ کہتی بھی کیا۔ اس کا ذہن تو اس بری طرح منتشر ہوا تھا کہ۔۔۔ آنکھوں کے سامنے دھند چھا گئی تھی اور یہ سب کچھ کسی ڈراونے خواب کی طرح احساسات کو چھوتا ہوا گزرتا چلا جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔

عمران نے اپنے شکار کو گریبان سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ "صرف ایک شرط پر میں تمہیں بخش سکتا ہوں"۔

"کک۔۔۔ کیا۔۔۔۔"؟ وہ ہکلایا۔

"ان تینوں کو اٹھوانے میں میری مدد کرو"۔

"کک۔۔۔ کروں گا"۔ وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ تو پوچھو کہ یہ لوگ کون ہیں"؟ فریدہ بول پڑی۔

"کوئی بھی ہوں۔۔۔ مجھے کیا۔۔۔ میں تو ان تینوں کی مومیائی نکالوں گا"۔

مفلوک الحال آدمی نے ان تینوں بے ہوش آدمیوں کی ٹانگا ٹولی کرا کے انہیں اسٹیشن ویگن کے پچھلے حصے میں بار کرایا اور پھر اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا جیسے عمران کے دوسرے حکم کا منتظر ہو۔

"دیکھو"۔ عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت آمیز لہجے میں بولا۔ "میری یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔۔۔" اور ان الفاظ کے اختتام پر اس کا ہاتھ شانے سے اٹھ کر اس زور سے اس کے کنپٹی پر پڑا کہ گاڑی سے جا ٹکرایا۔۔۔۔

اور پھر چند لمحوں کے بعد وہ بھی اپنے ساتھیوں کے برابر لیٹا نظر آیا۔

"اب۔۔۔ کک۔۔۔ کیا کرو گے"؟۔ فریدہ ہانپتی ہوئی ہکلائی۔

"اب آپ اپنی گاڑی میں چلیں گی۔۔۔ اور میں اسٹیشن ویگن کو لے جاوں گا"۔

"کک۔۔۔ کہاں۔۔۔۔۔ لے جاوگے"؟۔

"آپ رونیک میں میرا انتظار کریں گی۔۔۔ شہر پہنچ کر سیدھی رونیک میں جایئے گا۔۔۔ اور ڈائننگ ہال میں بیٹھئے گا۔۔۔ کسی علیحدہ کیبن میں نہیں، ورنہ ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی"۔

"کس بات کی ذمہ داری"؟۔

"وقت نہیں ہے جلدی کیجئے۔۔۔ اگر کوئی ادھر آ نکلا تو کھیل بگڑ جائے گا"۔ عمران اسٹیشن ویگن کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔

فریدہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران کیا کرنا چاہتا ہے اور جو کچھ کر رہا ہے کرنا بھی چاہئیے یا نہیں"۔

وہ تو اس وقت اس جگہ سے ہٹی تھی جب اسٹیشن ویگن اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تھی۔۔۔۔

کس وبال میں پڑ گئی۔ اس نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کون تھے۔ ضروری نہیں تھا کہ تیمور ہی کے آدمی ہوتے۔ عمران ابھی تک اس کے لیے اجنبی تھا۔ وہ کچھ بھی تو نہیں جانتی تھی اس کے بارے میں۔ کون جانے وہ ایسے ہی لوگ رہے ہوں جن سے پہلے کبھی عمران کا جھگڑا ہوا ہو۔ تو کیا اب وہ ان بیہوش آدمیوں کو پولیس کے حوالے کر دے گا۔۔۔۔۔۔ لیکن اس کے لڑنے کا انداز۔۔۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے وہ محض تفریحی قسم کی چھیڑ چھاڑ رہی ہو۔۔۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایسے آدمیون میں گھر گیا ہو جو اسے کسی قسم کا نقصان پہنچانا چاہتے ہوں۔۔۔۔۔۔

یہ عجیب وغریب آدمی بس اتفاقا ہاتھ لگ گیا تھا اور اب وہ اسے کسی قیمت پر بھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

حد ہوگئی کہ وہ اس کے ماضی کے متعلق بھی کچھ معلوم کرنے کی خواہش نہیں رکھتی تھی۔۔۔۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں سوچتی تھی کہ اب اسے اس کی زندگی سے نکل جانے کا موقع نہ ملنے پائے۔

دونوں گاڑیاں تیزی سے راستہ طے کرتی رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریدہ کو اس نے ہوٹل رونیک جانے کا مشورہ دیا تھا۔ لہذا شہر کے قریب ان کی راہیں الگ ہوگئیں۔

پھر رونیک پہنچ کر وقت گزاری کے لیے اس نے چائے منگوائی تھی اور پیالی بھر کر اسے ٹھنڈی کرتی رہی تھی۔ اخبار کھول لیا تھا۔۔۔۔ اور جب چائے بالکل ہی ٹھنڈی ہوگئی تو اس نے ویٹر کو بلا کر دوسری چائے لانے کو کہا تھا۔

تھک گئی انتظار کرتے ہوئے۔۔۔۔ ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ پھر وہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہوگئی۔۔۔۔ لا ابالی آدمی ہے۔۔۔۔۔۔۔ پتہ نہیں کہاں رہ گیا۔۔۔۔۔ اس قسم کے واقعات کے بعد وہ رات کو تنہا واپس جانے کی ہمت نہ کرسکتی۔ کیونکہ وہ سڑک عموما سنسان ہی پڑی رہا کرتی تھی۔۔۔۔ پھر اس نے سوچا کہیں وہ کسی دوسری مشکل میں نہ پڑ گیا ہو۔۔۔۔۔۔۔

سات بج گئے۔۔۔۔ وہ اکیلی بیٹھی بور ہوتی رہی۔۔۔۔۔۔۔۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ڈائننگ ہال سے اٹھ کر اور کہیں نہ جائے۔۔۔۔۔۔۔

بڑھتی ہوئی اکتاہٹ نے بالآخر اسے اٹھا ہی دیا۔۔۔۔۔ اور وہ کاونٹر کی طرف آئی۔۔۔۔ اور فون پر گھر کے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔

دوسری طرف سے خانساماں نے کال کا جواب دیا تھا۔

"عمران صاحب کہاں ہیں"؟۔ اس نے پوچھا۔

"ابھی کچھ دیر ہوئی ان کا فون آیا تھا۔۔۔۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر آپ ان کے بارے میں پوچھیں تو آپ سے کہہ دیا جائے کہ وہیں انتظار کریں"۔

"وہ خود تو نہیں آئے تھے"؟۔ فریدہ نے پوچھا۔

"جی نہیں"۔

"اچھا"۔ اس نے سلسلہ منقطع کر کے طویل سانس لی۔

تو وہ جانتا تھا کہ میں گھر فون ضرور کروں گی۔۔۔۔۔ اس نے سوچا۔ کتنا جاگتا ہوا ذہن رکھتا ہے ۔۔۔۔۔ کس قسم کا آدمی ہے۔ ابھی تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جس کی بنا پر وہ اس کی نیت پر شبہ کر سکتی۔۔۔۔۔۔

وہ پھر اپنی میز کے قریب آ بیٹھی۔ یہاں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دیر سے بیٹھے ہوئے تھے ۔۔۔۔۔۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کی وجہ سے وہ بے چارے تشویش میں پڑ گئے ہیں۔

پھر ٹھیک ساڑھے سات بجے عمران کی شکل دکھائی دی تھی۔۔۔۔۔۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی اس شہر میں وارد ہوا ہو۔۔۔۔۔ اس کے پیچھے ایک پورٹر بڑا سا سوٹ کیس اٹھائے چل رہا تھا۔۔۔۔

کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر اس نے اس کی طرف دیکھا تھا اور لہک کر اس کی طرف دوڑا چلا آیا تھا۔

" کیا قصہ ہے"؟۔ وہ اسے نیچے سے اوپر تک دیکھتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ گھر سے چلے تھے تو یہ لباس تو نہیں تھا"؟۔

"ہم دونوں آج رات یہیں ٹھہریں گے"۔ عمران بولا۔ "ڈبل بڈ والا روم لے رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ مسٹر اینڈ مسز جعفری"۔

"مبارک ہو۔۔۔۔۔۔ "وہ مسکرائی۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ ایک ہوٹل کے ایک کمرے میں منتقل ہو گئے تھے۔

"اس کی ضرورت کیوں پیش آئی"؟۔ فریدہ نے پوچھا۔

" تھی۔۔۔۔ ضرورت۔۔۔۔۔ اب آپ گھر فون کر دیجئے کہ رات کو شہر ہی میں رہیں گی"۔

"میں فون کر دوں گی۔۔۔۔۔ لیکن تم وجہ بھی تو بتاؤ"؟۔

"دشمن کا آخری حربہ خطرناک ہوگا"۔

"کون دشمن۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کس کی بات کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔ وہ لوگ کون تھے"؟۔

معلوم کیا جائے گا کہ وہ کون ہیں۔۔۔۔۔ لیکن وہ صرف مجھے کھینچ لے جانا چاہتے تھے۔ آپ اپنی گاڑی ہی میں بیٹھی رہ جاتیں۔۔۔۔۔ پھر آپ کو گھر جانے پر مجبور کیا جاتا"۔

"کوئی پرانی دشمنی"؟۔

"اگر وہ کوئی پرانی دشمنی کا معاملہ ہوتا تو یہاں آپ کی موجودگی ضروری نہ ہوتی۔ بھلا آپ کیوں گھر سے باہر رات گزارتیں"؟۔

"کچھ بھی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تو بہت خوش ہوں"۔ فریدہ بولی۔

"ڈھول دھپے سے بہت دل چسپی ہے آپ کو"؟۔

"یہ بات نہیں ہے۔۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

اور عمران بغلیں جھانکتا ہوا بولا۔ "میری عدم موجودگی میں آپ دروازہ بند کر کے بیٹھیں گی۔۔۔۔ کسی کے لیے بھی دروازہ نہیں کھولیں گی۔۔۔۔ وغیرہ غیرہ"۔

"تو کیا تم چلے جاؤ گے"؟۔ وہ آنکھیں نکال کر غرائی۔

"جانا ہی پڑے گا"۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں"؟۔

"دشمن آپ کو بخش سکتا ہے۔۔۔۔ لیکن مجھے نہیں"۔

"میں بھی مروں گی تمہارے ساتھ فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ لیکن تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے"۔

"ارے باپ رے۔۔۔۔" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"میری طرف دیکھو"۔

عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم چھ ماہ کے بعد پھر خانہ بدوشی کی زندگی شروع کر دو گے"۔

"یہ تو ناممکن ہے۔۔۔۔۔ مستقل طور پر کسی دوسری قسم کی زندگی مجھے ٹی بی کا شکار بنا دے گی۔۔۔۔ فیملی ڈاکٹر نے یہی بتایا تھا"۔

"خانہ بدوشی کی زندگی اور کتوں کی زندگی میں کیا فرق ہے"؟۔

" کچھ بھی ہو۔۔۔۔ لیکن دنیا کی زیادہ تر آبادی کتوں ہی کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ کچھ کو پالتو بنا لیا جاتا ہے اور کچھ آزادی سے کم از کم بھونک تو سکتے ہیں۔۔۔۔ میں دوسری قسم کے کتوں کی نسل سے تعلق رکھتا ہوں"۔

"سیاست نہ بگھارو"۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"چھ ماہ کے لیے پل تو گیا ہوں۔۔۔۔۔۔ کیا پریشانی ہے"؟۔

پھر وہ کچھ نہ بولی۔۔۔۔ منہ پھلائے بیٹھی رہی۔۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ " کھانے کے لیے فون کروں۔۔۔۔ اتنی ورزش کے بعد بھوک کھل جانا کوئی تعجب کی بات نہیں"۔

"اپنے لیے منگوا لو۔۔۔۔ میں نہیں کھاوں گی"۔ لہجے میں جھلاہٹ برقرار تھی۔

"تب پھر مجھے بھی بھوکا مرنا پڑے گا"۔

" کیوں تم کیوں"؟۔

"میں چھ ہی ماہ کے لیے سہی لیکن وفادار نسل سے تعلق رکھتا ہوں"۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے"؟۔

"بھوکے ہی بھونکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ پیٹ بھرے نہیں۔۔۔۔۔"

"میں کہتی ہوں خاموش ہو جاو۔۔۔۔ "وہ جھلا کر کھڑی ہوگئی۔ اسے سچ مچ غصہ آ گیا تھا۔ عادی تھی ناز برداریوں کی۔۔۔۔۔۔ خود تیمور اس کے سامنے بھیگی بلی بنا رہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔ اس کی کہی ہوئی بات صحیح

ہو یا غلط کبھی تردید کی ہمت نہیں کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔"

عمران نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے اور اپنے داہنے پیر کے جوتے کی نوک کو اس طرح گھورے جا رہا ہوں جیسے اس سے پھلجھڑی چھوٹنے کی توقع پوری نہ ہو سکی ہو"۔

"تم خود کو کیا سمجھتے ہو"؟۔ فریدہ کا پارہ چڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"دوسروں کے سامنے دوست اور تنہائی میں سیکرٹری"۔ عمران نے پہلے ہی کے سے لہجے میں جواب دیا۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ غیض و غضب کے مظاہرے سے ذرہ برابر بھی متاثر ہوا ہو"۔

"تم مجھے پاگل بنا دو گے"۔ وہ کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد مضمحل سی آواز میں بولی۔۔۔۔۔ اور پھر بیٹھ گئی۔۔۔۔

نہ جانے کیوں یک بیک اس کا غصہ فرو ہو گیا تھا۔ اور ذہن پر ایک غم انگیز سی پژمردگی مسلط ہو گئی تھی

۔۔۔۔۔۔۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ " کھانے کے لیے فون کر دو۔۔۔۔ جو مناسب سمجھو منگواو"۔

"آپ بھی کھائیں گی نا"؟۔

" کھالوں گی۔۔۔۔۔ "اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

پھر انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا تھا اور فریدہ اونگھنے لگی تھی۔۔۔۔

" کک۔۔۔ کیوں۔۔۔ یہ کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔۔ نیند کیوں آ رہی ہے"؟۔ اس نے جماہی لے کر کہا۔

" پچھلی رات آپ سوئی کب تھیں"؟۔

"تت۔۔۔۔ تم کیا جانو"؟۔

"باڈی گارڈ کے فرائض بھی انجام دے رہا ہوں آج کل"۔

"میری خواب گاہ میں جھانکا بھی کرتے ہو"؟۔ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"مجبوری"۔

" کیسی مجبوری ہے"؟۔

عمران کچھ نہ بولا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "جس کوٹھی میں آپ رہتی ہیں۔ وہ کب تعمیر ہوئی تھی"؟۔

"بہت چھوٹی سی تھی میں۔۔۔۔۔ میرے ڈیڈی تنہائی پسند آدمی تھے۔۔۔۔ اس لیے انہوں نے وہ جگہ منتخب کی تھی"۔

"تیمور کب سے آپ کے یہاں ملازم تھا۔۔۔۔۔ مطلب یہ کہ آفس میں کب سے کام کر رہا تھا"؟۔

"پانچ چھ سال ہوئے ہوں گے"۔

"عمارت میں قیام کی غرض سے کب آیا تھا"؟۔

"ڈیڈی کے انتقال کے بعد سے"۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ " کیا آپ کو عمارت میں کسی تہہ خانے کا علم بھی ہے"؟۔

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ ڈیڈی نے کچھ حصے میں تہہ خانے بنوائے تھے۔۔۔۔۔ لیکن میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ تہہ خانے کے نام ہی سے گھٹن محسوس کرنے لگتی ہوں"

"یہ تو جانتی ہی ہوں گی کہ تہہ خانوں کا راستہ آپ کی خواب گاہ سے بھی ہے"؟۔

"نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ میں قطعی نہیں جانتی"۔

" کیا آپ ہی اس کمرے کو استعمال کرتی رہی ہیں، ہمیشہ سے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔۔ وہ ڈیڈی کی خواب گاہ تھی"۔

"ہوں"۔ عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو"؟۔

"اس قسم کی معلومات حاصل کئے بغیر میں آپ کی حفاظت نہیں کر سکوں گا"۔

"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ مجھے سچ مچ مار ڈالنا چاہتا ہے"؟۔

"ڈاک بنگلے والی رات یاد ہے نا آپ کو"؟۔

"ہاں۔ لیکن۔۔۔۔ یہ تو بتاو۔۔۔۔ کیا وہ زہر ساتھ لیے پھرتا ہے۔ اسے تو علم نہیں تھا کہ میں اس کا پیچھا کر رہی ہوں"؟۔

"بعض لوگ اپنے مرنے کا سامان ساتھ ہی رکھتے ہیں"۔

" کیا مطلب"؟۔

"مطلب یہ کہ بعض لوگ ہر وقت کوئی نہ کوئی ایسی چیز اپنے ساتھ ضرور رکھتے ہیں۔ جس سے دوسروں کی یا اپنی زندگی کا خاتمہ فی الفور کیا جا سکے"۔

"میں اب بھی نہیں سمجھی"؟۔

"جتنا میں فی الحال جانتا ہوں اس سے زیادہ آپ کو کیسے سمجھا سکوں گا"؟۔

"بس ختم کرو"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔۔۔۔ "تم بھی سو جاو۔۔۔۔ "فریدہ کے ہونٹوں پر نشیلی مسکراہٹ تھی۔۔۔۔۔

"میں بھی سو جاوں گا"۔ عمران بڑبڑایا۔ "وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

فریدہ بستر پر بیٹھی اسے گھورے جا رہی تھی اور وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔۔

فریدہ کو سچ مچ نیند آ رہی تھی۔ اور عمران کو گھورنے کے لیے رہ رہ کر اسے اپنی آنکھیں پھاڑنی پڑتی تھیں۔۔

"تم کیا سوچ رہے ہو"؟۔ بالآخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہی کہ میں کل اسی وقت کیا سوچ رہا تھا"؟۔

وہ زیر لب پتہ نہیں کیا بڑبڑاتی ہوئی لیٹ گئی خود اسے بھی اندازہ نہ ہو سکا کہ کیا کہہ رہی تھی۔ نیند کے شدید ترین غلبے کے تحت فورا ہی گردوپیش سے بے خبر ہو گئی۔

-------------------*----------*

دوبارہ آنکھیں کھلنے پر اس نے محسوس کیا تھا جیسے اس کا بستر خلا میں تیر رہا ہو۔ فلم الہ دین والے جادوئی قالین کی طرح۔۔۔۔ کانوں میں کچھ ایسی آوازیں بھی پڑ رہی تھی۔ جیسے اڑتے ہوئے قالین کی پس منظر موسیقی کی لہریں ہوں۔

پھر آہستہ آہستہ موسیقی کی لہریں موٹر کے انجن کی آواز میں تبدیل ہوتی گئیں۔ اب آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔۔۔۔ اور وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ کسی گاڑی میں سفر کر رہی ہے۔ لیکن چاروں طرف اندھیرا تھا۔

وہ اٹھ بیٹھی اور اندھیرے میں بستر کو ٹٹولنے لگی۔ بستر تو خاصا آرام دہ اور کشادہ تھا۔

سرد ہوا کے تھپیڑے جسم سے ٹکرا رہے تھے۔ دفعتاً اسے پے در پے تین چھینکیں آئیں اور اندھیرے میں ایک نرم سی آواز ابھری۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

" محترمہ، اگر آپ بیدار ہو گئی ہوں تو متفکر نہ ہوں"۔ مسٹر عمران کی ہدایت پر آپ کو کسی محفوظ مقام پر لے جایا جا رہا ہے"۔

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموش بیٹھی گہری گہری سانس لیتی رہی۔

"یہ عمران۔۔۔۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔۔ وہ تو ہوٹل رونیک کے ایک کمرے میں سوئی تھی۔۔۔۔ اور عمران بھی وہیں موجود تھا۔۔۔ ذہن پر زور دیتی رہی لیکن یاد نہ آ سکا کہ وہ کسی درمیان جاگی بھی ہو۔

پھر وہ اس گاڑی میں کسی طرح پہنچی۔۔۔۔ آنکھیں مل مل کر اندھیرے میں گھورتی رہی۔

کوئی بڑی گاڑی تھی کیونکہ کئی کھڑکیوں سے تاروں بھرا آسمان نظر آ رہا تھا۔

"عمران۔۔۔۔۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کراہی۔

"وہ تشریف نہیں رکھتے محترمہ"۔ نرم لہجے میں جواب ملا۔

"وہ کہاں ہے"؟۔

"غالبا ان سے وہیں ملاقات ہو سکے جہاں ہم جا رہے ہیں"۔

"تم کون ہو"؟۔

"ان کا اور آپ کا بہی خواہ۔۔۔۔ ہم دونوں دوست ہیں محترمہ"۔

اس کا دل چاہا کہ وہ اسی سے عمران کے بارے میں کچھ معلوم کرے لیکن پھر اسے نامناسب سمجھ کر خاموش ہی رہی۔

ویسے وہ بستر سے اتر کر ایک کھڑکی کے قریب آئی تھی اور باہر دھندلکے میں آنکھیں پھاڑنے لگی تھی۔ دور دور تک کسی عمارت کا نام ونشان نہیں تھا۔ ملگجے سے اندھیرے میں دیو پیکر درخت خاموش کھڑے تھے۔

لیکن۔۔۔۔ وہ خود ساتھ کیوں نہیں ہے؟۔ اس نے سوچا۔ پھر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ کب تک یہ صورت حال رہے گی۔۔۔۔۔۔ اگر تیمور اس کی زندگی کا خواہاں ہے تو کب تک بچتی رہے گی۔

آخر عمران کرنا کیا چاہتا ہے۔ اس نے اس سے کہا تھا کہ اس خدشے کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے دے۔ لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ تو پھر کیا وہ خود قانون کو ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔۔۔۔؟

یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا۔۔۔۔ پھر وہ کیا کرے۔۔۔۔ وہ اس کی سنتا کب ہے؟۔

پھر اسے یاد آیا کہ رونیک میں اس نے عمارت کے تہہ خانوں کے متعلق پوچھا تھا اور اسی سے اس کی

اطلاع ملی تھی کہ تہہ خانے کا ایک چور دروازہ خود اس کی خواب گاہ میں بھی موجود ہے۔ وہ اس سے بے خبر تھی۔ اس کے باپ نے کبھی اسے نہیں بتایا تھا۔ بہر حال اس کا مطلب یہ ہے کہ عمران اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر چکا ہے۔ کون کسی کے لیے اتنا کرتا ہے؟۔ پھر کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ بھی اس سے لگاؤ رکھتا ہے کچھ لوگ ذرا مشکل ہی سے کھلتے ہیں۔۔۔۔ صبر و ضبط سے کام لینا پڑے گا۔۔۔۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی ہے۔۔۔ وہ سمجھی تھی کہ شاید اب رک ہی جائے گی ۔۔۔ لیکن پھر جھٹکے لگنے لگے۔۔۔۔۔۔ غالباً وہ کسی کچے راستے پر موڑی گئی تھی۔ اس نے جھنجھلا کر کہا۔ " کیا وہ محفوظ مقام شہر سے باہر ہے"؟۔

"بس محترمہ"۔ آواز آئی۔ "پہنچے ہی سمجھئے"۔

راستہ یقیناً دشوار گزار تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے گاڑی الٹ ہی جائے گی۔۔۔

خدا خدا کر کے ایک جگہ رکی۔۔۔ کچھ دیر سناٹا رہا۔۔ پھر گاڑی کا ایک دروازہ آواز کے ساتھ کھلا اور اس سے نیچے اترنے کو کہا گیا۔ وہ اندازے سے اپنا لباس درست کرتی ہوئی گاڑی سے نیچے اتر آئی۔ جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے فضا گونج رہی تھی۔ گاڑی کا انجن بند ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے یہ جھائیں

جھائیں انجن ہی کے آواز کی نہ ختم ہنے والی ہلکی سی بازگشت ہو۔۔۔۔

ہمراہی نے ٹارچ روشن کی اور فریدہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔ گاڑی سے صرف وہی اترا تھا۔ وہ اندازہ نہ کر سکی کہ گاڑی میں کوئی اور بھی ہے یا نہیں۔ کچھ دور چلنے کے بعدہ درختوں کے جھنڈ میں سے گھری ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب پہنچے اور فریدہ چونک پڑی۔

"اوہو۔۔۔ تو کیا ہم علی پور میں ہیں"؟۔ اس نے کہا۔

"جی ہاں۔۔۔۔ محترمہ"۔

یہ عمارت جانی پہچانی تھی۔۔۔۔کیوں نہ ہوتی خود اس کی ملکیت تھی۔۔۔۔علی پور کی وہی جائیداد بھی اس کے حصے میں آئی تھی۔ آموں کے باغ کے درمیان یہ عمارت اسی کے باپ نے بنوائی تھی۔ کبھی کبھی آرام کرنے وہ یہیں آیا کرتے تھے۔

عمارت کی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔۔۔۔

فریدہ نے عمران کو علی پور کی جائیداد کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ پہلے اسے حیرت ہوئی۔ پھر عمران پر غصہ آنے لگا۔ آخر اس طریق کار کی کیا ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر تو رونیک سے باہر آئی نہ ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خود اس طرح بحالت سفر پا کر اسے حیرت کیوں ہوتی۔ یقیناً کھانے میں کوئی نشہ آور چیز تھی۔۔۔۔فوراً ہی تو نیند آنے لگی تھی۔ لیکن عمران پر اس کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پھر عمران۔۔۔۔۔

"تشریف لے چلئے محترمہ۔۔۔۔۔" ساتھی نے کہا اور وہ چونک پڑی۔۔۔۔۔۔۔۔

"اندر پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے"۔

"ایسے تشریف لائیے"؟۔ ساتھی رہنمائی کر رہا تھا۔

وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم ہل کر رہ گیا ہو۔

تیمور سامنے کھڑا اسے مضحکانہ انداز میں گھورے جا رہا تھا۔۔۔ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"اس کا کیا مطلب۔۔۔۔۔۔"؟ فریدہ آپے سے باہر ہوگئی۔

"اس کا مطلب یہ ہے محترمہ فریدہ کہ میں جہاں چاہوں آپ کو اس طرح اٹھوا منگاؤں"۔

"شٹ اپ"۔ غصے کی زیادتی کی بنا پر اس کے علاوہ اور کچھ زبان سے نہ نکل سکا۔

"آج دل کا بخار نکال لیجئے۔ پھر موقع نہیں ملے گا"۔

"میں تم جیسے چھچھورے اور کمینوں پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔"

"نمک کھایا ہے میں نے آپ کا"۔ وہ ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔ اس لیے میں کوئی گستاخانہ جملہ زبان

سے نہیں نکال سکوں گا"۔

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی کہ یہاں سے فوراً واپس چلی جاؤں"؟۔

"محترمہ نہ آپ اپنی خوشی سے آئی ہیں اور نہ اپنی خوشی سے جا سکیں گی"۔

" کیا مطلب"؟۔

"آپ خود سوچئے کہ آپ کو وہاں سے لانے میں کتنی دشواری پیش آئی ہوگی۔ کلوروفارم سنگھایا گیا ہوگا۔ پھر دو آدمیوں نے آپ کو اسٹریچر پر اٹھا کر ایمبولینس گاڑی تک پہنچایا ہوگا"۔

"اوہ۔۔۔تو۔۔۔۔اس طرح۔۔۔۔۔۔۔۔"؟ وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"ظاہر ہے۔۔۔۔ایک بھرے ہوٹل سے اٹھا لانے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی۔ سفید لبادوں میں ملبوس میل نرسوں نے آپ کو اسٹریچر پر اٹھایا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور سرکاری ایمبولینس گاڑی تک لائے تھے"۔

"عمران کہاں ہے"؟۔ فریدہ نے بیساختہ پوچھا۔

" کون کسی کا ہوا ہے محترمہ۔۔۔اس نے ایک فوری خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو مشورہ دیا ہوگا کہ آپ رونیک میں ہی رات بسر کریں۔۔۔۔"

"وہ بھی تھا میرے ساتھ"؟۔

"ہونہہ۔۔۔۔ایسے بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں جو دوسروں کے لیے اپنی جان ہلاکت میں ڈالیں۔۔۔۔آپ کے سو جانے کے بعد وہ چپ چاپ کھسک گیا ہوگا۔ آپ کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ آپ اس کمرے میں تنہا سو رہی تھیں"۔

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے خاموش کھڑی رہی۔۔

"اب آپ مجھے بتائیے کہ یہ عمران کس جنگل کا جانور ہے"؟۔

"شٹ اپ۔۔۔۔اتنی بدتمیزی سے اس کا تذکرہ نہیں کر سکتے"۔

"آپ کو اس کے بارے میں مجھے بتانا ہی پڑے گا محترمہ"۔

"تم اس پر کئی قاتلانہ حملے کر چکے ہو"؟۔

" کرا چکا ہوں۔۔۔۔ خود اپنے ہاتھوں کو تکلیف دینے کا قائل نہیں ہوں"۔

فریدہ ڈاک بنگلے والے واقعہ کا تذکرہ نکالتے نکالتے رک گئی۔ اس نے سوچا یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا۔۔۔ وہ تنہا ہے"۔

"غالباً آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں"؟۔

"نمک حراموں سے گفتگو کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہوں"۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کبھی مجھے محبت بھری نظروں سے بھی دیکھ چکی ہیں"؟۔

"فالتو کتوں کو نفرت سے تو نہیں دیکھا جا سکتا"؟۔

"یقیناً۔۔۔۔۔۔۔ یقیناً۔۔۔۔۔۔" وہ سر ہلا کر بولا۔ اور زہریلی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "عمران کے بارے میں تو آپ کو بتانا ہی پڑے گا ورنہ شاید پھر مجھے اپنی نمک خواری بھی یاد نہ رہ جائے"۔

" کیا کرو گے۔۔۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔۔۔"؟ وہ چیخ کر بولی۔

"ضدی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا میری پرانی عادت ہے"

فریدہ کچھ نہ بولی۔ غصے کی زیادتی کی بنا پر کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا یا کرنا چاہیئے"؟۔

"آپ صرف اتنی سی بات پر خفا ہو گئیں کہ میں صفیہ کی طرف کیوں مائل ہو گیا۔ یقین کیجئے میں شروع ہی سے صفیہ کو چاہتا رہا ہوں۔۔۔۔۔" تیمور نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" بکواس بند کرو"۔

"میں صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ صفیہ شروع ہی سے میرے ذہن پر چھائی رہی ہے۔ لیکن آپ خود بتائیے۔۔۔۔ اگر میں آپ پر مر مٹنے کی اداکاری نہ کرتا تو کیا صفیہ تک میری رسائی ممکن

ہوتی۔۔۔۔؟ آپ کتے سے کاٹ دیتیں مجھے"۔

"زبان۔۔۔بند کرو۔۔۔ذلیل سور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "فریدہ کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔

"مجھے کہنے دیجئے محترمہ کہ کسی مقصد کے حصول میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں اور سب کچھ کر گزرنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ میں آپ کی طرف جھکتا اور نہ مجھے کوٹھی میں رہائش اختیار کرنے کی آفر ملتی۔۔۔۔

فریدہ دروازے سے نکل جانے کے لیے مڑی۔۔۔لیکن ایک رائفل کی نال اس کی راہ میں حائل ہوگئی۔۔۔۔اور تیمور نے قہقہہ لگایا۔

"اوہ"۔ وہ بھوکی شیرنی کی طرح تیمور پر جھپٹ پڑی۔

تیمور نے اس کی کلائیاں پکڑ لیں جنہیں چھڑا لینے کے لیے وہ پورا زور صرف کر رہی تھی۔

پھر تیمور نے اسے دھکا دیا اور وہ مسہری پر جا پڑی۔۔۔۔فریدہ کی زبان سے کیسے الفاظ نکل رہے تھے۔ اس کا ہوش تو خود اسے بھی نہیں تھا۔

"خاموش رہو"۔ دفعتاً تیمور گونجلی آواز میں چیخا۔

"کتے۔۔۔میں تجھے دیکھ لوں گی"۔

"تم جہنم میں جاو۔۔۔میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ عمران کہاں ہے"؟۔

"اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو کبھی نہ بتاتی"۔

"تم بتاو گی۔۔۔نہیں بتاو گی تو بھگتو گی"۔

"ارے جا۔۔۔بہت دیکھے ہیں تجھ جیسے"۔

فریدہ۔۔۔۔عمران کہاں ہے"؟۔ آخری بار پوچھ رہا ہوں"؟۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔ دفعتاً ایک سوال اس کے ذہن میں بجلی کی طرح کوندا۔ آخر وہ عمران کے پیچھے کیوں پڑا ہے جب کہ رقابت کے جذبے سے بھی عاری ہے؟۔

"اچھی بات ہے"۔ تیمور اسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "اب میں دیکھوں گا"۔

"ٹھہرو۔۔۔۔۔ " فریدہ اپنے ذہن پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوءِ بولی۔ "میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ اگر جانتی بھی ہوتی تو تمہیں نہ بتاتی"۔

"تم نہیں جانتیں۔۔۔۔۔"؟

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ میں تو سوگئی تھی۔ تمہاری ہی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ اس وقت کمرے میں موجود نہیں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔"

" "بڑا خیرخواہ ساتھی تلاش کیا ہے"۔ تیمور نے زہریلے لہجے میں کہا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔" اچھا اس کا صحیح پتہ بتاو۔۔۔۔۔"؟

"میں نہیں جانتی"۔

"خوب، تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ وہ رہتا کہاں ہے"؟۔

"یقین کرو۔۔۔۔ میں نہیں جانتی۔۔۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا ہے"۔

یک بیک فریدہ نے محسوس کیا جیسے تیمور کے چہرے پر گہری تشویش کے بادل چھا گئے ہوں۔۔۔۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "ملاقات کیسے ہوئی تھی"؟۔

فریدہ نے سوچا اسے حکمت عملی سے کام لینا چاہئے۔ ورنہ یہ وہی شخص ہے جس نے انہیں ایک بار زہر دینے کی کوشش کی تھی۔

"وہ ایک مضحکہ خیز سچویشن تھی"۔ اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" کیا مطلب۔۔۔۔۔"؟

"تم سن کر ہنسو گے میری حماقت پر۔۔۔۔۔۔۔۔"

"میں آج کل ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ تم بتاو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"اس دن۔۔۔۔۔ وہیں ڈاک بنگلے میں ملاقات ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔۔۔"؟ تیمور نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں"۔

"وہ جس کا دماغ چل گیا ہو سب کچھ کر گزرتا ہے۔۔۔۔۔تم نے مجھے گہرا صدمہ پہنچایا تھا۔ میں پاگل ہو رہی تھی۔ ایک دن تم دونوں کو کسی لمبے سفر پر جاتے دیکھ کر خود کو قابو میں نہ رکھ سکی۔ تمہارے پیچھے لگ گئی۔ اندازہ تھا کہ تم لوگ ہالی ڈے کیمپ جاوگے۔۔۔ پتہ نہیں کس رفتار سے روانہ ہوئے تھے کہ راستے میں کہیں نہ مل سکے۔۔۔ پھر بارش آ گئی۔۔۔۔۔

فریدہ نے اپنی اور عمران کے ملاقات کے بارے میں بالتفصیل اسے بتاتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ ایک مخلص دوست ثابت ہوا ہے۔۔۔ مجھے اس کی دوستی پر فخر ہے۔۔۔ اگر اس کا سہارا نہ ملا ہوتا تو میں پاگل ہو جاتی"۔

تیمور ہونٹ بھینچے اس کی کہانی سنتا رہا تھا اور اب بھی اس کے ہونٹ بھینچے ہی ہوئے تھے۔ فریدہ نے مصلحتاً کھانے اور کتے کے پلے کی موت کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

"اور کچھ"؟۔ کچھ دیر بعد تیمور نے سوال کیا۔

"اور کیا۔۔۔۔۔۔۔"؟

"ذہن پر زور دو۔۔۔ شاید کوئی بات رہ گئی ہو"؟۔

"اور تو مجھے کچھ بھی یاد نہیں آتا"؟۔

وہ بے یقینی کے سے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"تم اور کیا جانتے ہو۔۔۔۔"؟ فریدہ نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"وہ کوئی بہت بڑا افراڈ ہے۔۔۔۔۔۔ اس سے ہوشیار رہو"۔ تیمور نے پھر پر تفکر لہجے میں کہا۔

"ہوشیار رہوں۔۔۔۔ تو تم مستقبل کی بات کر رہے ہو۔ حالانکہ میرا خیال ہے کہ تم مجھے مار ڈالنے کی نیت سے یہاں لائے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

وہ ہنس پڑا اور بولا۔ "بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ تم مجھے اب بھی اس لیے عزیز ہو کہ تمہارے ہی توسط سے صفیہ تک میری رسائی ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ مجھے جان سے نہ مارو گے"؟۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح یقین دلاوں۔ ۔ ۔ ۔ ارے میں تو تمہیں ایک بڑے فراڈ کے نیچے سے رہائی دلانا چاہتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

"میں سمجھی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "؟

"وہ مجھے کوئی بہت ہی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے"۔

"آخر کس بنا پر"؟۔

"اس رات تم نے مجھے پہچان لیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں"؟۔

"میں نے تمہیں یقیناً پہچان لیا تھا۔ اسی لیے عمران کو روکا تھا کہ وہ تمہارا تعاقب نہ کرے لیکن یہ تو بتاو ۔ ۔ ۔ ۔ تم وہاں کا فرش کیوں اکھاڑ رہے تھے"؟۔

"عمران نے کیا بتایا تھا"؟۔

"وہ تو کہہ رہا تھا کہ اس نے تین فٹ کی گہرا گڑھا کھودا تھا لیکن کچھ بھی برآمد نہ ہوا"۔

"جھوٹا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چور ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " تیمور مٹّھیاں بھینچ کر بولا۔ "اسی لیے تو کہتا ہوں کہ تم ایک بہت برے آدمی کے چکر میں پھنس گئی ہو"۔

"آخر مجھے بھی تو بتاو"؟۔

"میں نے اپنے کمرے میں ایک ہزار مرشد آبادی اشرفیاں دفن کی تھیں اور انہیں کسی کے علم میں لائے بغیر نکال لے جانا چاہا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

"اف۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فوہ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے مجھ پر بھی اعتماد نہ کیا۔ میں تم سے کبھی نہ پوچھتی کہ تم نے وہ اشرفیاں کہاں سے حاصل کی تھیں"؟۔

"میں تم سے شرمندہ ہوں۔ یقین جانو تمہیں اپنی شکل نہیں دکھانا چاہتا۔ اور اس وقت میں نے یہ اتنی

بڑی جسارت محض اسی بنا پر کر ڈالی ہے کہ تمہیں نقصان میں دیکھنا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔"

فریدہ سچ مچ سوچ میں پڑ گئی۔ عمران پہلے ہی سے اس کے لیے نا قابل فہم تھا۔ ایک ہزار اشرفیوں والی بات نے اسے شبہے میں مبتلا کر دیا۔

"اچھا۔۔۔۔ چلو تسلیم کئے لیتی ہوں"۔ فریدہ نے کچھ دیر بعد کہا۔ "لیکن کیا اس رات ڈاک بنگلے میں تم نے میری زندگی کا خاتمہ کر دینے کی کوشش نہیں کی تھی"؟۔

"بھلا۔۔۔۔ وہ کس طرح"؟۔

"زہر"۔

"خدا کی پناہ۔۔۔۔ کیا تم مجھے اس کی کہانی نہ سناؤ گی"؟۔ تیمور کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریدہ نے ہکلا ہکلا کر اسے کتے کے پلے کی موت کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ عمران نے کس طرح ثابت کر دیا تھا کہ یہ حرکت تیمور ہی کی تھی۔۔۔۔۔۔

تیمور دونوں ہاتھوں سے سر تھامے کرسی پر بیٹھ گیا۔

فریدہ اس کی بدلتی ہوئی حالتوں کا بغور جائزہ لیتی رہی تھی۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے۔

"تم کیا سوچنے لگے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟ دفعتاً اس نے اسے مخاطب کیا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔۔۔ اس نے تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے یہ کھیل کھیلا تھا۔۔۔۔۔۔ ورنہ خود سوچو کیا میں زہر ساتھ لیے پھروں گا۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ تمہارے لیے اجنبی ہو۔۔۔۔ لیکن ہم اس کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ ہمارے حالات سے وہ بخوبی واقف تھا"۔

"تت۔۔۔ تو۔۔۔۔۔۔ اس کا یہ مطلب ہوا۔۔۔۔۔۔"؟

"ہاں۔۔۔۔۔۔ اس نے خود ہی جگہ بنانے کی کوشش کی تھی تمہارے دل میں"۔

"لل۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاک بنگلے کے چوکیدار کا بیان۔۔۔۔ کہ تم اس سے ٹکرائے تھے۔ جب وہ کھانا لے کر آ رہا تھا"؟۔

" کیا مشکل ہے اس قسم کا بیان دلوا دینا۔۔۔۔ جیب گرم کر دی ہو گی اس کی، اور اسکیم کے مطابق وہ ایک کتے کا پلا بھی اپنے ساتھ لیتا آیا ہو گا"۔

فریدہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔

"لیکن ہالی ڈے کیمپ جانے کے بجائے واپس کیوں چلے آئے تھے"۔

" تمہاری موجودگی میں ہم دونوں ہی کوفت میں مبتلا رہتے"۔

وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ تیمور کے اس جملے پر ایک بار پھر غصے کی ایک تیز سی لہر اس کے سارے جسم میں دوڑ گئی تھی لیکن اس نے اپنی زبان روکے رکھی۔

کچھ دیر بوجھل سکوت طاری رہا۔ پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ سب کچھ کتنا تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے۔

"یہ میں جانتا ہوں"۔

" کیا تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے"؟۔ فریدہ نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

وہی سب کچھ میں خود کو کبھی معاف نہ کر سکوں گا۔۔۔۔ اس جرم کی پاداش میں ذہنی طور پر زندگی بھر مطمئن نہ ہو سکوں گا"۔

"صفیہ کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔ یہ میں اکثر سوچتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔"؟

"میں کیا کروں کہ تم اس معاملے کے متعلق کچھ سوچنا ہی چھوڑ دو"۔

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو"؟۔

"تمہارے معاملے میں کبھی مخلص نہیں رہا۔۔۔۔ مجھے اپنے اس جرم کا اظہار کرتے ہوئے سخت ندامت ہوتی ہے"۔

"اور اسی ندامت سے پیچھا چھڑانے کے لیے تم نے مجھے زہر دینے کی کوشش کی تھی"؟۔

"نہیں۔۔۔ اس خلش سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں خودکشی کر سکتا ہوں۔۔۔۔ لیکن"۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔۔۔ اور تیمور نے بھی جملہ پورا نہیں کیا تھا۔۔۔۔

تیمور کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً اس نے پوچھا۔ رونیک میں قیام کرنے کا مشورہ تم نے دیا تھا"؟۔

"نہیں، میرے ذہن میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ خود اس نے ہی مجھے رونیک میں اپنا انتظار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔۔۔ اور پھر جب واپس آیا تھا تو کہا تھا کہ رات وہیں بسر کرنی چاہئیے"۔

"لیکن یہ ضرور بتایا ہوگا کہ ان آدمیوں کو وہ کہاں لے گیا تھا جنہوں نے اسے پکڑ لے جانے کی کوشش کی تھی"؟۔

"تو وہ تمہارے ہی آدمی تھے"؟۔

"یقیناً تھے۔۔۔۔ میں اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا"۔

"لیکن ہنسی آتی ہے ان لوگوں کے انجام پر۔۔۔ کیسے ڈھیلے ڈھالے آدمی بھیجے تھے"؟۔

"تمہیں ہنسی آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اور مجھے حیرت ہے۔۔۔ اب میں سے ایک آدمی دس پر بھاری تھا"۔

"اس کے باوجود خود بھی صرف ایک کو نہ سنبھال سکے"؟۔ فریدہ ہنس پڑی۔

"مجھے فوراً دیکھنا چاہئیے۔۔۔۔ تم یہیں آرام کرو۔۔۔۔ " تیمور اٹھتا ہوا بولا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گی سمجھے"۔

"تو یہاں تنہا نہ ہوگی۔۔۔۔ پانچ آدمی تمہاری دیکھ بھال کریں گے"۔

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم مجھے یہاں قید کر رہے ہو"؟۔

"ہاں"۔ وہ جھلا کر مڑا اور چیخ کر بولا۔ "جب تک عمران میرے ہاتھ نہیں لگتا۔ تم یہیں قید رہو گی"۔

" کیوں"؟۔

"میری مرضی"۔

"لیکن۔۔۔۔ ابھی تو تم"؟۔

"ہاں۔۔۔۔ ابھی میں ندامت کا اظہار کر رہا تھا۔۔۔۔ تو پھر"؟۔

"تم آدمی ہو یا کتے"؟۔ وہ بھپر گئی۔

"واپس آ کر جواب دوں گا۔۔۔۔ " وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں فریدہ نے دیکھا کہ وہ الٹے قدموں لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں آ گرا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے باہر نکلتے ہی کسی نے اس کی تھوڑی پر گھونسہ تڑ دیا ہو۔

وہ بڑی پھرتی سے پھر اٹھ گیا تھا۔ فریدہ آنکھیں پھاڑے دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔۔۔ لیکن اسے کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔

دفعتاً تیمور زور زور سے آوازیں دینے لگا۔ "غفور، نواب، بندو، عیدو۔۔۔۔۔ جمے۔۔۔۔ فتو۔۔۔۔"

لیکن فریدہ صرف بازگشت سنتی رہی۔۔۔۔ کسی دوسرے کی آواز کان میں نہ پڑی۔۔۔۔

" کیا بات ہے"؟۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں تیمور سے پوچھا۔

" کوئی برآمدے میں موجود ہے۔۔۔۔ " تیمور نے بلند آواز میں کہا۔ لیکن یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا"۔

اس کے بعد پھر اس نے اپنے آدمیوں کو آوازیں دینی شروع کیں۔۔۔۔ ایک ایک کر کے وہ پانچوں کمرے میں داخل ہوئے۔ خاصے لحیم شحیم تھے اور صورت سے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔۔۔۔

"اونگھتے رہتے ہو کم بختو"۔ تیمور دھاڑا۔ "مکان میں کوئی موجود ہے"۔

"اچھا"۔ پانچوں نے بہ یک وقت حیرت ظاہر کی اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔

" کیا بیہودگی ہے۔۔۔۔۔"؟ تیمور پیر پٹخ کر بولا۔

ان کے قہقہے پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئے۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا"۔

"اخاہ۔۔۔ گولی مار دیں گے"۔ ان میں سے ایک نے یک بیک سنجیدہ ہو کر کہا۔ دوسرے بھی خاموش ہو گئے۔ اور پہلے آدمی کی آنکھیں میں غیض وغضب کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بتدریج اس کا غصہ تیز ہوتا جا رہا ہو۔۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔ ہمیں گولی مار دو گے"؟۔ بقیہ چاروں نے بھی یک زبان ہو کر کہا اور ان کے چہروں کی رنگت بھی تبدیلی ہونے لگی۔

پھر اچانک وہ سب اس پر پل پڑے اور وہ کسی ایسے بے دست و پا آدمی کی طرح چیخنے لگا جیسے کسی اندھیرے اور سنسان جنگل میں بھیڑیوں نے گھیر لیا ہو۔

فریدہ بوکھلا کر مسہری پر جا چڑھی اور ٹھیک اسی وقت اسے عمران دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ تھی۔ فریدہ نے دوسرے ہی لمحے میں مسہری سے چھلانگ لگائی اور اس سے جا لپٹی۔۔۔۔

"بھاگو۔۔۔ خدا کے لیے یہاں سے بھاگو"۔ وہ کانپتی ہوئی ہذیانی انداز میں بولی۔

"ڈریئے نہیں۔۔۔۔۔ "عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ "وقتی بخار ہے۔ ابھی ٹھنڈے پڑ جائیں

گے"۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے"؟۔

"ارے بچاو۔۔۔۔بچاو۔۔۔۔بچ۔۔۔۔بچاو۔۔۔۔۔۔" تیمور کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلنے لگیں"۔

"ابے پھانسی ہو جائے گی سالو۔۔۔۔اگر مر گیا"۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "بھاگو پولیس آرہی ہے"۔

"پولیس۔۔۔۔پولیس۔۔۔۔۔۔"؟ وہ سب ایک ساتھ چیخے۔ کچھ عجیب سی آوازیں تھیں ان کی ۔۔۔۔۔۔فریدہ خوفزدہ تھی لیکن ان آوازوں کی اجنبیت کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔

پھر وہ پولیس چیختے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے کمرے سے نکل بھاگے۔ تیمور فرش سے اٹھ گیا تھا۔ لیکن اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ بدقت تمام وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا اس ہو سکا۔۔۔۔بری طرح ہانپ رہا تھا۔

لباس تار تار تھا کسی جگہ پیشانی کی کھال پھٹ گئی تھی۔۔۔جس سے خون بہہ بہہ کر چہرے پر پھیل رہا تھا۔

عمران اور فریدہ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔۔۔پھر فریدہ نے عمران سے کہا۔ 'چلو۔۔۔۔جلدی چلو۔۔۔۔کہیں وہ پلٹ نہ آئیں"؟۔

" کون"؟۔ عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ جو ابھی۔۔۔۔۔۔"؟

"ارے ۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔"؟ عمران ہنس کر بولا۔ " کوئی یہاں گرا۔۔۔۔کوئی وہاں گرا"۔

" کیا مطلب"؟۔

"ایک ایک کر کے ڈھیر ہوتے چلے گئے ہوں گے"۔

"صاف صاف بتاو"؟۔ فریدہ جھنجھلا گئی۔

" تیمور نے کچھ دیر پہلے آپ سے ٹھیک ہی کہا تھا محترمہ کہ میں کوئی بہت بڑا افراڈ ہوں اور اس رات ڈاگ بنگلے میں کتے کے پلے کی موت میری ہی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ میں نے ہی مرغ کے گوشت کو

زہر آلود کیا تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ چوکیدار کی جیب گرم کر کے اسے ملانا بھی پڑا۔ اور یہ سب کچھ میں نے اسی لیے کیا تھا کہ آپ کا

اعتماد حاصل کر سکوں"۔

"لیکن۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔"؟ فریدہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"تاکہ۔۔۔اس فراڈ کو قریب سے دیکھ سکوں"۔ عمران نے تیمور کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔۔۔"؟ فریدہ ہتھیلیوں سے اپنی کنپٹیاں دباتی ہوئی بولی۔

" کیوں۔۔۔ارے بے ہوش نہ ہو جانا۔۔۔ "عمران تیمور کی طرف دیکھ کر دھاڑا۔

تیمور کی آنکھیں حلقوں سے ابلتی سی معلوم ہوئیں اور وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔

فریدہ کش مکش میں پڑ گئی تھی۔۔۔ابھی ابھی عمران نے اعتراف کیا تھا کہ ڈاک بنگلے والی حرکت اس نے کی تھی۔۔۔۔۔"

"میں دراصل آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں مختلف قسم کے زہروں پر اتھارٹی ہوں۔۔۔ان بے چارے پانچوں نے ایک ایسی بوٹی کا سفوف چائے میں پیا ہے جو سوئی کو نیزہ بنا سکتی ہے۔۔۔اسے پی لینے کے بعد مختلف قسم کے جذبات اتنی شدت اختیار کرتے ہیں کہ آدمی ان کے تحت جو کچھ بھی کرتا ہے کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہ سب تیمور کے غلام ہیں لیکن توہین آمیز گفتگو نے انہیں اتنا غصہ دلایا کہ وہ اسے مار ڈالنے پر تل گئے۔۔۔پھر پولیس اور پھانسی کے نام پر اتنے خوفزدہ ہوئے کہ بھاگ ہی کھڑے ہوئے۔۔۔اور اب میرا خیال ہے کہ ادھر ادھر بیہوش پڑے ہوئے ہوں گے۔۔۔ٹھہریئے۔۔۔محترمہ۔۔۔۔مجھے کہنے دیجئے۔۔۔آپ کی باتیں پھر سن لوں گا۔۔۔میں نے صرف ایک معاملے میں آپ سے فراڈ کیا ہے آپ کی ملازمت اختیار کرنے سے پہلے ہی ملازمت حاصل کر چکا تھا۔۔۔اور اس ملازمت ہی کے سلسلے میں آپ کی ملازمت حاصل کرنی پڑی۔۔۔"

"پتہ نہیں تم کیا بک رہے ہو"؟ ۔فریدہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں نے آپ سے صرف ایک جھوٹ بولا تھا وہ یہ کہ میں بے کاری کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔۔۔ تیمور کے لیے مجھے ایک پارٹی نے ملازم رکھا تھا۔ لہذا تیمور تک پہنچنے کے لیے مجھے آپ کی ملازمت کرنی پڑی"۔

دفعتاً تیمور نے عجیب سی آواز میں قہقہہ لگایا اور بولا۔ " کیوں فریدہ ۔۔۔۔ کیا میں غلط کہہ رہا تھا کہ تمہارے لیے اجنبی رہا ہوگا۔ ہم لوگ اس کے لیے اجنبی نہیں تھے۔"

مجھے اس کا اعتراف ہے"۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ " کئی ماہ سے تمہارے پیچھے ہوں۔۔۔۔ اور اس دن بھی جب تم ہالی ڈے کیمپ جا رہے تھے۔ تمہارا ہی تعاقب کر رہا تھا۔ ڈاک بنگلے میں رکنا پڑا۔۔ تم لوگ اندر چلے گئے تھے اور میں اپنی گاڑی میں ہی بیٹھا رہا تھا۔۔۔ پھر محترمہ فریدہ کی گاڑی بھی وہیں آ کر رکی تھی اور اس کے بعد حالات میری موافقت میں تھے۔۔۔ کیا سمجھے۔۔۔۔ اب کہو تو تمہاری ایک ہزار مرشد اشرفیاں واپس کر دوں جن کی قیمت سکہ رائج الوقت میں مبلغ ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہوتی ہے"۔

"تو کیا یہ سچ ہے۔۔۔۔۔۔۔"؟ فریدہ بول پڑی۔

"جواب دو پیارے۔۔۔"؟ عمران نے تیمور سے کہا۔

"میں کہتا ہوں۔۔۔ " تیمور ہانپتا ہوا بولا۔ "جو کچھ بھی ہے تمہارے لیے بیکار ہے۔۔۔ سودا کر لو۔۔۔۔۔"؟

"اب سنیئے "۔ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے فریدہ سے بولا۔

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔۔۔ آخر یہ سب کیا ہے"؟۔

" سمجھاؤ بھئی۔۔۔۔"؟ عمران تیمور سے بولا۔

"میں کہتا ہوں۔۔۔۔۔۔ حماقت میں نہ پڑو۔۔۔۔ میں دس ہزار تک دے سکتا ہوں۔۔۔۔

پھر سوچ لو۔۔۔۔۔"؟ تیمور ہانپتا ہوا بولا۔

"ذرا سنیئے"۔ عمران نے پھر فریدہ کو مخاطب کیا۔ "ایک ہزار اشرفیوں کے صرف دس ہزار مل رہے ہیں"۔

"میں کہتی ہوں اس کی اشرفیاں واپس کر دو۔۔۔۔ "فریدہ بولی۔

" کیوں بھئی اشرفیاں واپس کر دوں"؟۔ وہ پھر تیمور کی طرف مڑا۔

"بیس ہزار۔۔۔۔"؟

" کیا احمقانہ بات ہے"۔ فریدہ بولی۔ "ایک لاکھ بیس ہزار کا سودا صرف بیس ہزار میں۔۔۔۔ آخر یہ کیا چکر ہے"؟۔

"وہ اشرفیاں نہیں تھیں"۔ عمران غرایا۔ " کچھ کاغذات تھے جو میرے علاوہ دنیا کے ہر آدمی کے لیے بے کار ہیں۔ اس سے پوچھو یہ ان کاغذات سے کیا حاصل کر سکا ہے"؟۔

"پوچھئے محترمہ"؟۔ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"خدا تم ہی بتا دو ۔۔۔۔۔۔ میری تو عقل ہی گم ہے۔۔۔"؟ فریدہ بے بسی سے بولی۔

"آپ اس تیمور سے جو ابھی لنگڑا نہیں ہوا یہ پوچھئے کہ یہ اپنی خواب گاہ کی دیواریں کیوں گندی کیا کرتا تھا۔ آپ کو وہ نمبر یاد ہی ہوں گے۔ جو میں نے اس کے سرہانے کے قریب والی دیوار پر آپ کو دکھائے تھے۔۔۔۔"؟

"میں تجھے مار ڈالوں گا۔۔۔ " یک بہ یک تیمور نے عمران پر چھلانگ لگائی۔ عمران تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور تیمور منہ کے بل فرش پر جا گرا۔

"اب خود ہی اٹھ بیٹھے گا۔۔۔ بڑا پھرتیلا بچہ ہے۔۔۔ ماشاءاللہ۔۔۔ "عمران نے فریدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"فریدہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ وہ خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی۔

تیمور نے دوبارہ اٹھ بیٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

پھر جھپٹے گا۔۔۔۔ دیکھنا۔۔۔۔ "عمران نے فریدہ سے کہا۔

اور فریدہ بے اختیار چیخی۔۔۔۔۔ "چاقو"۔

اس نے چاقو کی جھلک دیکھ ہی لی تھی۔ جسے چھپانے کے لیے تیمور نے اپنا داہنا ہاتھ پیچھے لے جا کر کمر پر رکھ لیا تھا۔

"چاقو نہیں۔۔۔۔۔۔ چاکو صحیح تلفظ ہے"۔ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا لیکن نگاہ تیمور ہی پر تھی جو غالبا حملے کے لیے موقع کی تلاش میں تھا"۔

"تلفظ کی پڑی ہے تمہیں۔۔۔۔۔ دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ ارے اس کے ہاتھ میں چاقو ہے"؟۔

"اس کی فکر نہ کیجئے"۔ عمران نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بڑی لجاجت سے بولا۔ "مجھے اس وقت وہی گیت سنا دیجئے جو تیمور کو بہت پسند تھا۔۔۔۔ جس کی اکثر آپ سے فرمائش کرتا تھا"۔

"اوہ تو یہ سب کچھ بھی بتایا گیا ہے"؟۔ تیمور دانت پیس کر بولا۔

'ہاں"۔ فریدہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اب کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے کہ تم اس کے علاوہ بھی کوئی خطرناک کھیل کھیلتے رہے ہو"۔

"خاموش"۔ تیمور دھاڑتا ہوا اس پر جھپٹ پڑا اور فریدہ چیخ پڑی اس کی آنکھوں کے سامنے چاقو لہرائی تھی۔۔۔ اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔۔۔ اسے بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے وہ بڑے پھل والا چاقو عمران کے سینے میں پیوست ہو گیا ہو۔۔۔۔

لیکن جلد ہی اس نے تیمور کی کراہیں سنیں اور آنکھیں کھول دیں۔ چاقو دور فرش پر پڑا چمک رہا تھا اور عمران تیمور کو رگڑے ڈال رہا تھا۔۔۔۔۔

یک بیک فریدہ کا دل چاہا کہ زور سے قہقہہ لگائے۔۔۔۔ عجیب سی ذہنی کیفیت محسوس کر رہی تھی جیسے خود پر قابو نہ رہ گیا ہو۔

پھر ایسی آواز میں اس نے عمران کو مخاطب کیا جو خود اسے بھی اجنبی سی لگ رہی تھی۔

"میں تمہیں ضرور وہ گیت سناوں گی۔۔۔۔میری پیارے میری زندگی۔۔۔۔"

اور پھر وہ گانے لگی۔

ان کجھوروں کی چھاوں میں سوئی ہوئی جھیل
کے خواب آتے ہیں مجھ کو
جھیل کے خواب اور اس کی لہروں کی وہ نقرئی تلملاہٹ
میری سیماب سے طبیعت کے ساتھی
چین مجھ کو نہیں چین ان کو نہیں
میں بھی اک لہر ہوں
میں بھی اک لہر ہوں
میں بھی اک لہر ہوں

اور پھر وہ اسی ایک مصرعے کی تکرار کرتی رہی۔ ماحول پر عجیب وحشت زدگی سی مسلط تھی۔۔۔۔۔وہ گا رہی تھی۔۔۔۔اور تیمور عمران کو مار ڈالنے پر تلا ہوا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی مضبوط گرفت سے اب تک چھٹکارا نہ پاسکا ہو۔

ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا کہ بس ایک ہی بار چھوٹ جائے۔۔۔۔۔۔خون میں لت پت ہوا تھا۔

وہ گاتی رہی اور تیمور کے جسم کے مختلف حصوں سے خون رستا رہا۔۔۔۔۔

دفعتاً عمران بولا۔ "پلیز فریدہ۔۔۔۔ناو کیپ کوائٹ۔۔۔۔ورنہ میں پاگل ہو جاوں گا"۔

لیکن وہ اسی ایک مصرعے کی تکرار کرتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر جنون طاری ہو۔ احساس تو تھا کہ اس سے کوئی غیر فطری حرکت سرزد ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے بس میں نہیں تھا کہ خاموش ہو جاتی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے ذہن پر غبار سا طاری ہونے لگا۔۔۔۔گرد و پیش دھندلاہٹ سی پھیلنے

لگی۔ خود اپنی آواز اب اسے دور کی کوئی آواز معلوم ہو رہی تھی۔ بتدریج دھندلاہٹیں گہری ہوتی گئیں ۔۔۔۔۔۔۔۔

*_____________*____________*___________*

تین دن کے بعد ہسپتال سے واپس جانے کی اجازت ملی۔۔۔۔

کوٹھی میں ایسی ویرانی تو اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ پچھلے دو دن اس نے نیم خوابی کی سی کیفیت میں گزارے تھے۔۔۔۔ آج ہوش میں آتے ہی اس نے سب سے پہلے عمران کے بارے میں پوچھا تھا ۔۔۔۔۔ لیکن ڈیوٹی نرس کچھ نہ بتا سکی۔ پھر اس نے لیڈی ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔ اس نے بھی لاعلمی ظاہر کی تھی تب جھلا کر اس نے پوچھا کہ وہ ہسپتال کیسے پہنچی تھی۔ جواب ملا "بذریعہ پولیس" اور وہ کانپ کر رہ گئی تھی۔۔۔۔۔ پھر اس نے کہا تھا کہ وہ گھر جانا چاہتی ہے۔۔۔۔۔۔ اور مختلف قسم کے "معائنوں" کے بعد اسے گھر جانے کی اجازت مل گئی تھی۔

ملازموں سے عمران کے متعلق پوچھا۔ ان کا جواب بھی یہی تھا کہ وہ اس شام کے بعد سے دکھائی ہی نہیں دیا۔ جب وہ دونوں شہر گئے تھے۔

بڑی اکتا دینے والی شام تھی۔ ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے چاروں طرف دیواریں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتی آ رہی ہوں۔ اور وہ ان کے درمیان پس کر رہ جائے گی۔ بوکھلا کر لان سے نکل آئی اور وہیں آرام دہ کرسی ڈلوا دینے کو کہا۔

سورج مغرب کی طرف جھکتا جا رہا تھا۔ اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل ڈوب رہا ہو۔

"عمران"۔ ایک ٹھنڈی سانس اس کے گھٹتے ہوئے سینے سے آزاد ہوئی اور پھر وہ اچانک پرمسرت لہجے میں "عمران" کہہ کر کرسی سے اٹھ گئی عمران کی ٹوسیٹر پھاٹک میں داخل ہو رہی تھی۔

وہ بے اختیارانہ انداز میں آگے بڑھتی چلی گئی۔

عمران گاڑی روک کر اتر آیا۔

"اوہو۔۔۔ "ڈوڑیئے نہیں"۔ اس نے کہا۔ "آپ کو آرام کی ضرورت ہے"۔

"تم کہاں تھے۔۔۔۔۔"؟ اس نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"چلیئے۔۔۔ بیٹھ جائیے۔۔۔۔۔۔" وہ اسے آرام کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ "ابھی اختیاط کی ضرورت ہے"۔

پھر وہ بڑی دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ عمران کسی تشویش میں مبتلا ہے۔ شروع سے اب تک سارے واقعات اس کے ذہن میں چکرانے لگے"۔

"یہ سب کیا تھا عمران۔۔۔۔۔۔ مجھے بتاو۔۔۔۔۔۔"؟ کچھ دیر بعد اس نے نخیف سی آواز میں پوچھا۔

"ایک بہت برے آدمی سے آپ دونوں کا پیچھا چھوٹ گیا۔ اگر کہیں محترمہ صفیہ کی شادی اس سے ہوگئی ہوتی تو اس وقت انہیں اپنے پیروں تلے زمین نہ ملتی۔۔۔۔۔

"وضاحت کرو عمران، ذہن گورکھ دھندوں کے قابل نہیں رہا"؟۔

"وہ ایک وطن دشمن اور غدار تھا"۔

"وطن۔۔۔۔ دشمن۔۔۔۔۔ کیا مطلب"؟۔

"ایک ایسے ملک کا ایجنٹ جس سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہیں"۔

"یعنی۔۔۔۔ تو پھر۔۔۔۔ میرے خدا"؟۔

"میں کئی ماہ سے اس کی نگرانی کر رہا تھا"۔

"اور تم ہو کون۔۔۔۔۔"؟ فریدہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ "

"خانہ بدوش علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔۔۔ پی ایچ ڈی۔ آکسن۔ ایک پارٹی نے اس سلسلے میں

میری خدمات حاصل کی تھیں۔۔۔۔ "

"لیکن تم صورت سے ایسے نہیں لگتے"؟۔

"صورت سے تو میں مسٹر ایف رحمان کی اولاد بھی نہیں معلوم ہوتا"۔

"عمران۔۔۔۔ خدا کی پناہ سنجیدگی سے گفتگو کرو"۔

"مجھے حیرت ہے کہ آپ تیمور کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے بجائے میرے پیچھے پڑ گئی ہیں"؟۔

"تم نے اس رات مجھ سے اس گیت کی فرمائش کیوں کی تھی"؟۔

"سب کچھ ریکارڈ کرنا چاہتا تھا۔۔۔ جن لوگوں نے وہ کام میرے سپرد کیا تھا آسانی سے تو مطمئن نہ ہو جاتے"۔

"میری آواز ریکارڈ کی ہے"؟۔

"سب کچھ"۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ "اشرفیوں کی کہانی سے لے کر خاکی زین کے تھانوں کے تذکرے تک۔۔۔۔ "

"اوہ۔۔ اسی کے تذکرے پر تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور شاید دیوار پر لکھے ہوئے نمبروں کی بھی کچھ بات نکلی تھی"؟۔

"محترمہ۔۔۔ "ابھی آپ کے لیے کچھ الجھنیں باقی ہیں۔ کیونکہ سب کچھ آپ کے مل کے توسط سے ہوتا رہا ہے۔۔۔ آپ کا مل ملٹری کے لیے خاکی زین کی سپلائی کرتا ہے"۔

"میرے خدا۔۔۔ "وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ فکر نہ کیجئے۔۔۔ "عمران مسکرا کر بولا۔ "آپ کا بھی نمک کھایا ہے میں نے۔۔۔۔ اس لیے آپ کی راہ کے کانٹے تو ہٹانے ہی پڑے تھے۔۔۔ اس سلسلے میں آپ کو صرف ایک تحریری بیان دینا پڑے

گا۔۔۔۔ وہ یہ کہ میں نے وہ نمبر دیوار سے اپنی نوٹ بک پر آپ کی موجودگی میں نقل کئے تھے۔۔۔۔"

"وہ نمبر کیسے تھے"؟۔

"ان تھانوں کے نمبر جن کے ذریعہ ملٹری کے ایک ذمہ دار آفیسر کو ہدایت دی جاتی تھیں۔۔۔۔ وہ آفیسر بھی اب حراست میں ہے۔ دراصل یہ لوگ ہمارے فوجی راز اس دشمن ملک تک پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ ابتدائی مراحل ہی میں اس فتنے کا سر کچل دیا گیا۔۔۔۔۔"

"لیکن ذین کے تھانوں پر۔۔۔۔۔۔۔"؟

"جن تھانوں پر ہدایات ہوتی تھیں ان کے نمبر وہ نوٹ کرتا تھا اور پھر وہ نمبر بذریعہ فون اس آفیسر کو بتا دیئے جاتے تھے۔ تیمور اکثر انہیں اس دیوار پر نوٹ کرتا تھا اور فون پر اطلاع دینے کے بعد انہیں مٹا دیتا تھا۔۔۔۔ یہ محض اتفاق تھا کہ آخری بار وہ انہیں مٹانا بھول گیا تھا۔۔۔۔۔

"اور وہ کاغذات کیسے تھے جو اس نے کمرے کا فرش کھود کر دفن کئے تھے"؟۔

"اس کے اپنے شناختی کاغذات جو اس دشمن ملک کی سیکرٹ ایجنسی نے اسے دیئے تھے۔۔۔۔۔ انہیں کاغذات ہی کے لیے مجھ پر حملے کر رہا تھا۔۔۔۔ اور اس رات مجھے یقین تھا کہ اگر آپ کو رونیک میں ٹھہرایا گیا تھا تو وہ آپ کو وہاں سے اٹھا لے جانے کی کوشش کرے گا۔ مجھے پہلے سے علم تھا کہ رونیک کا ایک اسسٹنٹ منیجر بھی اس کاروبار میں ملوث ہے۔۔۔۔ "

فریدہ نے پوچھا۔ "لیکن تم کہاں تھے۔۔۔۔۔"؟

"رونیک کے آس پاس ہی موجود رہا تھا۔۔۔۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ میں نے بھی اسی گاڑی میں آپ کے ساتھ سفر کیا تھا"؟۔

"نہیں۔۔۔۔ "فریدہ کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"یقین کیجئے۔۔۔۔ میں چھت پر تھا۔۔۔۔ اور مجھ پر ایک ترپال پڑی ہوئی تھی۔ پھر اس دیہی عمارت

کے قریب

پہنچنے کے بعد مجھے بہت کچھ کرنا پڑا تھا۔

"تو کیا ٹیپ ریکارڈر موجود تھا تمہارے پاس"؟۔

"دو چار ہر وقت جیب میں پڑے رہتے ہیں"۔

"جیب میں۔۔۔۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو۔۔۔۔۔"؟

"ہاں۔۔۔ یہ دیکھیئے۔۔۔۔ "عمران نے جیب سے ایک جیبی گھڑی نکالی اور اسے دکھاتا ہوا بولا۔" اس میں ٹیپ کے بجائے تار استعمال ہوتا ہے۔ سو گز لمبا تار موجود ہے اس کے اندر"۔

"تم آخر۔۔۔ کون ہو۔۔۔۔۔"؟

"علی عمران۔۔۔ وغیرہ وغیرہ"۔

"تو میں تمہیں سرکاری سراغ رساں سمجھ لوں"؟

"سرکاری سراغ رساں۔۔۔۔ عام آدمیوں کو وہ سب کچھ نہیں بتایا کرتے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں "۔

"پھر کون ہو۔۔۔۔۔"؟

"ٹھیکے پر ہر قسم کے کام کیا کرتا ہوں۔۔۔۔ میرا کوئی گھر نہیں۔۔۔۔۔ چھ ماہ سے زیادہ کسی کی نوکری نہیں کرتا"۔

" کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدہ نے پوچھا۔ "تیمور کا کیا حشر ہوگا"؟۔

"وہ جو غداروں کا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ آپ براہ کرم اب اسے اپنے ذہن سے نکال پھینکیئے۔۔۔۔ اور ہاں محترمہ صفیہ کو یہ بات نہ بتایئے گا۔۔۔۔ ایسی بن جایئے۔ جیسے آپ تیمور کے بارے میں کچھ جانتی ہی نہیں۔۔۔۔۔ اور جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے اسے بھی آپ اپنے ذہن سے یکسر محو کر دیں گی۔۔۔ میں نے محض اس لیے آپ کو یہ ساری باتیں بتائی ہیں کہ آپ کے ذہن پر کوئی بار نہ رہے

۔۔۔۔ آپ پہلے ہی بہت دکھ اٹھا چکی ہیں۔۔۔۔ "

" تمہیں اس کا احساس ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ "؟

"جی ہاں۔۔۔۔۔ "

"اور تم مجھے سکھی دیکھنا چاہتے ہو"؟۔

"یقیناً۔۔۔۔۔۔۔ "

"تو پھر اب مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جاو"؟۔

"ارے۔۔۔۔۔۔۔ باپ۔۔۔۔۔۔۔ رے"۔ عمران تیزی سے اپنا منہ سہلانے لگا۔

"عمران"۔ فریدہ کا لہجہ دردناک تھا۔

"مم۔۔۔۔۔ میں کبھی کبھی۔۔۔۔۔ آپ سے ملتا رہوں گا۔ آپ کسی بھی دشواری میں مجھے یاد کر سکتی ہیں۔۔۔۔ میں ہمیشہ ایک اچھا دوست ثابت رہوں گا"۔

"صرف دوست"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔ خالص۔۔۔۔۔ "

وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔۔۔ پھر مغموم لہجے میں پوچھا۔ " کیا تم کسی سے محبت نہیں کر سکتے"؟۔

"میری ٹو سیٹر فٹی۔۔۔۔ ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے۔۔۔۔۔ مجھے اس سے بے اندازہ محبت ہے"۔

"پلیز۔۔۔۔ عمران"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔۔۔۔ پھر خود بھی کرسی سے اٹھی اور مضمحل قدموں سے چلتی ہوئی۔۔۔۔۔ پورچ کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔

*۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ *۔۔۔۔ تمام شد۔۔۔۔۔۔۔ *۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ *